

## رسالہ

**اعتقاد الاحباب فی الجمیل والمصطفیٰ والاول والاصحاب** ۱۲۹۸ھ  
(احباب کا اعتقاد جمیل (اللہ تعالیٰ) مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، آپ کی آل اور اصحاب کے بارے میں)

عقیدہ اولیٰ \_\_\_\_\_ ذات و صفات باری تعالیٰ

حضرت حق سبحانہ و تبارک و تعالیٰ شانہ واحد ہے۔ (اپنی ربوبیت والوہیت میں، کوئی اس کا شریک نہیں، وہ یکتا ہے اپنے افعال میں، مصنوعات کو تنہا اسی نے بنایا۔ وہ اکیلا ہے اپنی ذات میں کوئی اس کا قسیم نہیں۔ بیگانہ ہے اپنی صفات میں۔ کوئی اس کا شبیہ نہیں۔ ذات و صفات میں یکتا و واحد مگر) عہ نہ عدد سے (کہ شمار و گنتی میں آسکے اور کوئی اس کا ہم ثانی و جنس کسلا سکے تو اللہ کے ساتھ، اس کی

عہ: عرض مرتب: امام اہلسنت امام احمد رضا خاں صاحب قادری برکاتی بریلوی قدس سرہ کے رسالہ مبارکہ اعتقاد الاحباب کی زیارت و مطالعہ سے یہ فقیر جب پہلی بار حال ہی میں شرفیاب ہوا تو معًا خیال آیا کہ بتوفیقہ تعالیٰ اسے نئی ترتیب اور اجمالی تفصیل کے ساتھ عالمہ الناس تک پہنچایا جائے تو ان شاء اللہ تعالیٰ اس سے عوام بھی فیض پائیں۔ نصرت الہی کے بھروسہ پر قدم اٹھایا اور بفیضانِ اساتذہ کرام نہایت (باقی بر صفحہ آئندہ)

ذات و صفات میں، شریک کا وجود، محض وہم انسانی کی ایک اختراع و ایجاد ہے) خالق ہے۔ (ہر شے کا، ذوات ہوں خواہ افعال، سب اسی کے پیدا کئے ہوئے ہیں) نہ علت سے (اس کے افعال نہ علت و سبب کے محتاج، نہ اس کے فعل کے لیے کوئی غرض، کہ غرض اس فائدہ کو کہتے ہیں جو فاعل کی طرف رجوع کرے اور نہ اس کے افعال کے لیے غایت، کہ غایت کا حاصل بھی وہی غرض ہے۔ فعال ہے) ہمیشہ جو چاہے کر لینے والا) نہ جوارح (وآلات) سے (جب کہ انسان اپنے ہر کام میں اپنے جوارح یعنی اعضائے بدن کا محتاج ہے۔ مثلاً علم کے لیے دل و دماغ کا۔ دیکھنے اور سننے کے لیے آنکھ، کان کا، لیکن خداوند قدوس کہ ہر پست سے پست آواز کو سنتا اور ہر باریک سے باریک کو کہ خوردبین سے محسوس نہ ہو دیکھتا ہے، مگر کان آنکھ سے اس کا سننا دیکھنا اور زبان سے کلام کرنا نہیں کہ یہ سب اجسام ہیں۔ اور جسم و جسمانیات سے وہ پاک (قریب ہے۔) اپنے کمال قدرت و علم و رحمت سے) نہ (کہ) مسافت سے (کہ اس کا قرب ماپ و پیمائش میں سما سکے) ملک (وسلطان و شہنشاہ زمین و آسمان) ہے مگر بے وزیر (جیسا کہ سلاطین دنیا کے وزیر باندہیر ہوتے ہیں کہ اس کے امور سلطنت میں اس کا بوجھ اٹھاتے اور ہاتھ بٹاتے ہیں۔)

(بقیہ حاشیہ صفحہ گزشتہ)

قلیل مدت میں اپنی مصروفیات کے باوجود کامیابی سے سرفراز ہوا۔

میں اپنے مقصد میں کہاں تک کامیاب ہوا، اس کا فیصلہ آپ کریں گے، اور میری کوتاہ فہمی و قصور علمی آپ کے خیال مبارک میں آئے تو اس سے اس ہمچمدان کو مطلع فرمائیں گے۔

اور اس حقیقت کے اظہار میں یہ فقیر فخر محسوس کرتا ہے کہ اس رسالہ مبارک میں حاشیے بین السطور اور تشریح مطالب (جو اصل عبارت سے جدا، قوسین میں محدود ہے، اور اصل عبارت خط کشیدہ) جو کچھ پائیں گے وہ اکثر و بیشتر مقامات پر اعلیٰ حضرت قدس سرہ ہی کے کتب و رسائل اور حضرت استاذی و استاذ العلماء صدر الشریعہ مولانا الشاہ امجد علی قادری برکاتی رضوی اعظمی رحمۃ اللہ علیہ کی مشہور زمانہ کتاب بہار شریعت سے ماخوذ ملقط ہے۔

امید ہے کہ ناظرین کرام اس فقیر کو اپنی دعائے خیر میں یاد فرماتے رہیں گے کہ سفر آخرت درپیش ہے اور یہ فقیر خالی ہاتھ، خالی دامن، بس ایک انہیں کا سہارا ہے اور ان شاء اللہ تعالیٰ وہی بگڑی بنائیں گے ورنہ ہم نے تو کمائی سب عیبوں میں گنوائی ہے۔

والسلام،

العبد محمد خلیل خاں قادری البرکاتی المارہروی عفی عنہ۔

والی (ہے) مالک و حاکم علی الاطلاق ہے۔ جو چاہے اور جیسا چاہے کرے مگر) بے مشیر (نہ کوئی اس کو مشورہ دینے والا۔ نہ وہ کسی کے مشورہ کا محتاج، نہ کوئی اس کے ارادے سے اسے باز رکھنے والا۔ ولایت، ملکیت، مالکیت، حاکمیت، کے سارے اختیارات اسی کو حاصل، کسی کو کسی حیثیت سے بھی اس ذات پاک پر دسترس نہیں، ملک و حکومت کا حقیقی مالک کہ تمام موجودات اس کے تحت ملک و حکومت ہیں، اور اس کی مالکیت و سلطنت دائمی ہے جسے زوال نہیں) حیات و کلام و سمع و بصر و ارادہ و قدرت و علم (کہ اس کے صفات ذاتیہ ہیں اور ان کے علاوہ تکوین و تخلیق و رزاقیت یعنی مارنا، چلانا، صحت دنیا، بیمار کرنا، غنی کرنا، فقیر کرنا، ساری کائنات کی ترتیب فرمانا اور ہر چیز کو بتدریج اس کی فطرت کے مطابق کمال مقدار تک پہنچانا، انہیں ان کے مناسب احوال روزی رزق مہیا کرنا) وغیرہا (صفات جن کا تعلق مخلوق سے ہے اور جنہیں صفات اضافیہ اور صفات فعلیہ بھی کہتے ہیں اور جنہیں صفات تخلیق و تکوین کی تفصیل سمجھنا چاہیے، اور صفات سلبیہ یعنی وہ صفات جن سے اللہ تعالیٰ کی ذات منزہ اور مبرا ہے، مثلاً وہ جاہل نہیں عاجز نہیں، بے اختیار و بے بس نہیں، کسی کے ساتھ متحد نہیں جیسا کہ برف پانی میں گھل کر ایک ہو جاتا ہے، غرض وہ اپنی صفات ذاتیہ، صفات اضافیہ اور صفات سلبیہ) تمام صفات کمال سے ازلاً ابداً موصوف (ہے، اور جس طرح اس کی ذات قدیم ازلی ابدی ہے اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں، اور ذات و صفات باری تعالیٰ کے سوا سب چیزیں حادث و نوپید، یعنی پہلے نہ تھیں پھر موجود ہوئیں، صفات الہی کو جو مخلوق کہے یا حادث بتائے گمراہ بے دین ہے۔ اس کی ذات و صفات) تمام شیون (تمام نقائص تمام کوتاہیوں سے) و شین و عیب (ہر قسم کے نقص و نقصان) سے اؤٹا و آخراً بری (کہ جب وہ مجتمع ہے تمام صفات کمال کا جامع ہے ہر کمال و خوبی کا، تو کسی عیب کسی نقص، کسی کوتاہی کا اس میں ہونا محال، بلکہ جس بات میں نہ کمال ہو نہ نقصان وہ بھی اس کے لیے محال)

ذات پاک اس کی تدرؤد (نظیر و مقابل) شبیہ و مثل (مشابہ و مماثل) کیف و کم (کیفیت و مقدار) شکل و جسم و جہت و مکان و امد (غایت و انتہا اور) زمان سے منزہ (جب عقیدہ یہ ہے کہ ذات باری تعالیٰ قدیم ازلی ابدی ہے اور اس کی تمام صفات بھی قدیم ازلی ابدی ہیں تو یہ بھی ماننا پڑے گا کہ وہ ان تمام چیزوں سے جو حادث ہیں یا جن میں مکانیت ہے یعنی ایک جگہ سے دوسری طرف نقل و حرکت، یا ان میں کسی قسم کا تغیر پایا جانا، یا اس کے اوصاف کا متغیر ہونا، یا اس کے اوصاف کا مخلوق کے اوصاف کے مانند ہونا، یہ تمام امور اس کے لیے

محال ہیں، یا یوں کہنے کہ ذاتِ باری تعالیٰ ان تمام حوادث و حوائج سے پاک ہے جو خاصہ بشریت ہیں) نہ والد ہے نہ مولود (نہ وہ کسی کا باپ ہے نہ کسی کا بیٹا، کیونکہ کوئی اس کا مجالس و ہم جنس نہیں، اور چونکہ وہ قدیم ہے اور پیدا ہونا حادث و مخلوق کی شان) نہ کوئی شے اس کے جوڑ کی (یعنی کوئی اس کا ہمتا کوئی اس کا عدیل نہیں۔ مثل و نظیر و شبیہ سے پاک ہے اور اپنی ربوبیت والوہیت میں صفاتِ عظمت و کمال کے ساتھ موصوف) اور جس طرح ذاتِ کریم اس کی، مناسبتِ ذوات سے مبرا اسی طرح صفاتِ کمالیہ اس کی، مشابہتِ صفات سے معرا (اس کا ہر کمال عظیم اور ہر صفت عالی، کوئی مخلوق کیسی ہی اشرف و اعلیٰ ہو اس کی شریک کسی حیثیت سے، کسی درجہ میں نہیں ہو سکتی) مسلمان پر لا الہ الا اللہ ماننا، اللہ سبحانہ و تعالیٰ کو احد، صد، لا شریک لہ جاننا فرض اول و مدار ایمان ہے کہ اللہ ایک ہے اس کا کوئی شریک نہیں، نہ ذات میں کہ لا الہ الا اللہ (اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں) نہ صفات میں کہ "لَيْسَ كَمِثْلِهِ شَيْءٌ" <sup>۱</sup>۔ اس جیسا کوئی نہیں، نہ اسماء میں کہ "هَلْ تَعْلَمُ لَهُ سَبِيًّا" <sup>۲</sup>۔ کیا اس کے نام کا دوسرا جانتے ہو؟ نہ احکام میں کہ "وَلَا يُشْرِكُ فِي حُكْمِهِ أَحَدًا" <sup>۳</sup>۔ اور وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک نہیں کرتا، نہ افعال میں کہ "هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرِ اللَّهِ" <sup>۴</sup>۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق ہے، نہ سلطنت میں کہ "وَلَمْ يَكُنْ لَهُ شَرِيكٌ فِي الْمُلْكِ" <sup>۵</sup>۔ اور بادشاہی میں کوئی اس کا شریک نہیں، تو جس طرح اس کی ذات اور ذاتوں کے مشابہ نہیں یونہی اس کی صفات بھی صفاتِ مخلوق کے مماثل نہیں۔

اور یہ جو ایک ہی نام کا اطلاق اس پر اور اس کی کسی مخلوق پر دیکھا جاتا ہے جیسے علیم، حکیم، کریم، سمیع، بصیر اور ان جیسے اور، تو یہ محض لفظی موافقت ہے نہ کہ معنوی شرکت، اس میں حقیقی معنی میں کوئی مشابہت نہیں والہذا مثلاً) اوروں کے علم و قدرت کو اس کے علم و قدرت سے (محض لفظی یعنی فقط ع، ل، م، ق، د، ر، ت میں مشابہت ہے۔) نہ کہ شرکت معنوی (اس (صوری و لفظی موافقت) سے آگے (قدم بڑھے تو) اس کی تعالیٰ و تکبر (برتری و کبریائی) کا سرا پرہ کسی کو

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱۱/۴۲

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۶۵/۱۹

<sup>۳</sup> القرآن الکریم ۲۶/۱۸

<sup>۴</sup> القرآن الکریم ۳/۳۵

<sup>۵</sup> القرآن الکریم ۲/۲۵

بار نہیں دیتا۔ (اور کوئی اس شاہی بارگاہ کے ارد گرد بھی نہیں پہنچ سکتا۔ پرندہ وہاں پر نہیں مار سکتا کوئی اس میں دخل انداز نہیں) تمام عزتیں اس کے حضور پست (فرشتے ہوں یا جن یا انسان یا اور کوئی مخلوق، کوئی بھی اس سے بے نیاز نہیں، سب اس کے فضل کے محتاج ہیں، اور زبانِ حال و قال سے اپنی پستیوں، اپنی احتیاجوں کے معترف اور اس کے حضور سائل، اس کی بارگاہ میں ہاتھ پھیلانے ہوئے، اور ساری مخلوقات چاہے، وہ زمینی ہوں یا آسمانی اپنی اپنی حاجتیں اور مرادیں اسی حق تعالیٰ سے طلب کرتی ہیں) اور سب ہستیاں اس کے آگے نیست (نہ کوئی ہستی، نہ کوئی وجود وجود) "كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ إِلَّا وَجْهَهُ" <sup>۱</sup>۔ (بقا صرف اس کی وجہ کریم کے لیے ہے باقی سب کے لیے فنا، باقی باقی، باقی فانی) وجود واحد (اسی حق و قیوم ازلی ابدی کا) موجود واحد (وہی ایک حق و قیوم ازلی ابدی) باقی سب اعتبارات ہیں (اعتبار کیجئے تو موجود ورنہ محض معدوم) ذرات اکوان (یعنی موجودات کے ذرہ ذرہ) کو اس کی ذات سے ایک نسبت مجہولۃ الکلیف ہے۔ (نامعلوم الکلیفیت) جس کے لحاظ سے من و تو (ماوشاوایں و آں) کو موجود و کائن کہا جاتا (اور ہست و بود سے تعبیر کیا جاتا) ہے۔ (اگر اس نسبت کا قدم در میان سے اٹھالیں۔ ہست، نیست اور بود، نابود ہو جائے، کسی ذرہ موجود کا وجود نہ رہے کہ اس پر ہستی کا اطلاق) روا ہو۔ (اور اس کے آفتاب وجود کا ایک پر تو (ایک ظل، ایک عکس، ایک شعاع ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ نگاہ ظاہر میں جلوہ آرائیاں کر رہا ہے۔) اور اس تماشگاہ عالم کے ذرہ ذرہ سے اس کی قدرتِ کاملہ کے جلوے ہو رہے ہیں) اگر اس نسبت و پر تو سے (کہ ہر ذرہ کون و مکان کو اس آفتاب وجود حقیقی سے حاصل ہے) قطع نظر کی جائے (اور ایک لحظہ کو اس سے نگاہ ہٹالی جائے) تو عالم ایک خواب پریشان کا نام رہ جائے، ہو کا میدان عدم بحت کی طرح سنسان (محض معدوم و یکسر ویران، تو مرتبہ وجود میں صرف ایک ذات حق ہے باقی سب اسی کے پر تو وجود سے موجود ہیں، مرتبہ کون میں نور ابدی آفتاب ہے، اور تمام عالم اس کے آئینے اس نسبت فیضان کا قدم، در میان سے نکال لیں تو عالم دفعۃً فناً محض ہو جائے کہ اسی نور کے متعدد پر تووں نے بے شمار نام پائے ہیں، ذات باری تعالیٰ واحد حقیقی ہے، تغیر و اختلاف کو اصلاً اس کے سرا پر وہ عزت کے گرد بار نہیں۔ پر مظاہر کے تعدد سے یہ مختلف صورتیں، بے شمار نام، بے حساب آثار پیدا ہیں، نور احدیت کی تابش غیر محدود ہے۔ اور چشم جسم و چشم عقل دونوں وہاں نابینا ہیں، اور اس سے زیادہ بیان

<sup>۱</sup> القرآن الکرم ۲۸/۸۸

سے باہر، عقل سے وراء ہے۔)

موجود واحد ہے نہ وہ واحد جو چند (ابعض و اجزاء) سے مل کر مرکب ہوا (اور شے واحد کا نام اس پر روا ٹھہرا) نہ وہ واحد جو چند کی طرف تحلیل پائے (جیسا کہ انسان واحد یا شے واحد کہ گوشت پوست و خون و استخوان و غیرہ اجزاء و ابعض سے ترکیب پا کر مرکب ہوا اور ایک کہلایا اور اس کی تحلیل و تجزی اور تجزیہ، انہیں اعضاء و اجزاء و ابعض کی طرف ہوگا جن سے اس نے ترکیب پائی اور مرکب کہلایا کہ یہی جسم کی شان ہے، اور ذاتِ باری تعالیٰ عز شانہ جسم و جسمانیات سے پاک و منزہ ہے۔) نہ وہ واحد جو بہ تہمت حلول عینیت (کہ اس کی ذات قدسی صفات پر یہ تہمت لگائی جائے کہ وہ کسی چیز میں حلول کیے ہوئے یا اس میں سمائی ہوئی ہے یا کوئی چیز اس کی ذاتِ احدیت میں حلول کیے ہوئے اور اس میں پیوست ہے اور یوں معاذ اللہ وہ) اوج وحدت (وحدانیت و یکتائی کی رفعتوں) سے حقیضِ اثنینیت (دوئی اور اشتراک کی پستیوں) میں اتر آئے۔ ہو ولا موجود الا هو آیہ کریمہ "سُبْحٰنَہٗ وَتَعَالٰی عَمَّا یُشْرِکُوْنَ" <sup>۱</sup>۔ (پاکی اور برتری ہے اسے ان شریکوں سے) جس طرح شرک فی الالوہیت کو رد کرتی ہے۔ (اور بتاتی ہے کہ خداوند قدوس کی خدائی اور اس معبود برحق کی الوہیت و ربوبیت میں کوئی شریک نہیں۔ "وہُوَ الَّذِیْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلٰہٌ" <sup>۲</sup>۔ وہی آسمان والوں کا خدا اور وہی زمین والوں کا خدا، تو نفس الوہیت و ربوبیت میں کوئی اس کا شریک کیا ہوتا، اس کی صفاتِ کمال میں بھی کوئی اس کا شریک نہیں۔ "لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ" <sup>۳</sup>۔ اس جیسا کوئی نہیں) یونہی (یہ آیہ کریمہ) اشتراک فی الوجود کی نفی فرماتی ہے (تو اس کی ذات بھی منزہ اور اس کی تمام صفات کمال بھی مبرا ان تمام نالائق امور سے جو اہل شرک و جاہلیت اس کی جانب منسوب کرتے ہیں۔ حق یہ ہے کہ وجود اسی ذات برحق کے لیے ہے، باقی سب ظلال و پرتو۔

غیر تش غیر در جہاں نہ گزاشت لاجرم عین جملہ معنی شد

(اور وحدت الوجود کے جتنے معنی اور جس قدر مفاہیم عقل میں آسکتے ہیں وہ یہی ہیں کہ وجود واحد، موجود واحد، باقی سب اسی کے مظاہر اور آئینے کہ اپنی حد ذات میں اصلاً وجود و ہستی سے بہرہ نہیں

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۳۰/۳۰

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۸۴/۲۳

<sup>۳</sup> القرآن الکریم ۱۱/۴۲



رکھتے، اور حاش ثم حاش یہ معنی ہر گز نہیں کہ من و تو، ما و ثا، این و آں، ہر شے خدا ہے، یہ اہل اتحاد کا قول ہے جو ایک فرقہ کافروں کا ہے۔ اور پہلی بات مذہب ہے اہل توحید کا، کہ اہل اسلام وہ صاحب ایمان حقیقی ہیں)

### عقیدہ ثانیہ<sup>۲</sup> \_\_\_\_\_ سب سے اعلیٰ، سب سے اولیٰ

بائیں ہمہ (کہ اُس کی ذاتِ کریم دوسری ذوات کی مناسبت سے معتر ہے اور اس کی صفاتِ عالیہ اوروں کی صفات کی مشابہت سے متبر) اس نے اپنی حکمت کاملہ (و رحمت شاملہ) کے مطابق عالم (یعنی ماسوی اللہ) کو جس طرح وہ (اپنے علم قدیم ازلی سے) جانتا ہے۔ ایجاد فرمایا (تمام کائنات کو خلعت وجود بخشا۔ اپنے بندوں کو پیدا فرمایا انہیں کان، آنکھ، ہاتھ، پاؤں زبان وغیرہ عطا فرمائے اور انہیں کام میں لانے کا طریقہ الہام فرمایا۔ پھر اعلیٰ درجہ کے شریف جو ہر یعنی عقل سے ممتاز فرمایا جس نے تمام حیوانات پر انسان کا مرتبہ بڑھایا۔ پھر لاکھوں باتیں ہیں جن کا عقل اور اک نہیں کر سکتی تھی۔ لہذا انبیاء بھیج کر کتابیں اتار کر ذرا سی بات بتادی۔ اور کسی کو عذر کی کوئی جگہ باقی نہ چھوڑی) اور مکلفین کو (جو تکلیف شرعی کے اہل، امر و نہی کے خطاب کے قابل، بالغ عاقل ہیں) اپنے فضل و عدل سے دو فرقے کر دیا "فَرِيقٌ فِي الْجَنَّةِ"<sup>۱</sup>۔ (ایک جنتی و ناجی، جس نے حق قبول کیا) "وَفَرِيقٌ فِي السَّعِيرِ"<sup>۲</sup>۔ (دوسرا جہنمی و ہالک، جس نے قبولِ حق سے جی چرایا۔) اور جس طرح پر تو وجود (موجود حقیقی جل جلالہ) سے سب نے بہرہ پایا (اور اسی اعتبار سے وہ ہست و موجود کہلایا) اسی طرح فریقِ جنت کو اس کے صفاتِ کمالیہ سے نصیبہ خاص ملا (دنیا و آخرت میں اس کے لیے فوز و فلاح کے دروازے کھلے اور علم و فضل خاص کی دولتوں سے اس کے دامن بھرے) دبستان (مدرسہ) "عَلَّمَكَ مَا لَمْ تَكُنْ تَعْلَمُ"<sup>۳</sup>۔ (اور دارالعلوم "عَلَّمَ الْإِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمُ"<sup>۴</sup>) میں تعلیم فرمایا (کہ جو کچھ وہ نہ جانتا تھا اُسے سکھایا پھر) "وَكَانَ فَضْلُ اللَّهِ عَلَيْكَ عَظِيمًا"<sup>۵</sup>۔ نے اور رنگ آمیزیاں کیں (کہ اللہ تعالیٰ کا فضل عظیم اس پر جلوہ گستر رہا، مولائے کریم نے گونا گوں نعمتوں سے اسے نوازا۔ بے شمار فضائل و محاسن سے اسے سنوارا۔ قلب و قالب، جسم و جاں، ظاہر و باطن کو رذائل اور خصائلِ قبیحہ مذمومہ سے پاک صاف اور محامد و اخلاقِ حسنہ سے اسے آراستہ و

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۴۲ / ۷

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۴۲ / ۷

<sup>۳</sup> القرآن الکریم ۱۱۳ / ۴

<sup>۴</sup> القرآن الکریم ۹۶ / ۵

<sup>۵</sup> القرآن الکریم ۱۱۳ / ۴

پیراستہ کیا۔ اور قُربِ خداوندی کی راہوں پر اُسے ڈال دیا) اور یہ سب تصدق (صدقہ و طفیل) ایک ذات جامع البرکات کا تھا جسے اپنا محبوب خاص فرمایا۔ (مرتبہ محبوبیت کُبریٰ سے سرفراز فرمایا کہ تمام خلق حتیٰ کہ نبی و مرسل و ملک مقرب جو یائے رضائے الہی ہے اور وہ ان کی رضا کا طالب)

مرکز دائرہ (کُن) و دائرہ مرکز کاف و نون بنایا، اپنی خلافت کاملہ کا خلعت رفیع المنزلت اُس کے قامتِ موزوں پر سجایا کہ تمام افرادِ کائنات اس کے ظلِ ظلیل (سایہ ممد و رافت) اور ذیلِ جلیل (دامن معمور رحمت) میں آرام کرتے ہیں۔ اعظم مقربین (کہ اُس کی بارگاہِ عالی جاہ میں قرب خاص سے مشرف ہیں) (ان) کو (بھی) جب تک اس مامنِ جہاں (پناہ گاہِ کون و مکان) سے تو تزل نہ کریں (انہیں اس کی جناب والا میں وسیلہ نہ بنائیں) بادشاہ (حقیقی عزّ اسمہ و جل مجدہ) تک پہنچنا ممکن نہیں کجیاں، خزائنِ علم و قدرت، تدبیر و تصرف کی، اس کے ہاتھ میں رکھیں، عظمت والوں کو مہ پارے (چاند کے ٹکڑے، روشن تارے) اور اس کو اس نے آفتابِ عالم تاب کیا کہ اس سے اقتباسِ انوار کریں (عرفان و معرفت کی روشنیوں سے اپنے دامن بھریں) اور اس کے حضور انازبان پر (اور اپنے فضائل و محاسن، ان کے مقابل، شمار میں) نہ لائیں اس (محبوب اجل و اعلیٰ) کے سر پر وہ عزت و اجلال کو وہ عزت و رفعت بخشی کہ عرشِ عظیم جیسے ہزاراں ہزار اس میں یوں گم ہو جائیں جیسے بیدائے ناپید اکنار (وسیع و عریض بیابان، جس کا کنارہ نظر نہ آئے اس) میں ایک شلنگ ذرہ کم مقدار (کہ لق و دق صحرا میں اس کی اُڑان کی کیا وقعت اور کیا قدرت و منزلت) علم وہ وسیع و غزیر (کثیر در کثیر) عطا فرمایا کہ علومِ اولین و آخرین اس کے بحرِ علوم کی نہریں یا جوشِ فیوض کے چھینٹے قرار پائے (شرق تا غرب، عرش تا فرش انہیں دکھایا، ملکوت السموات والا رض کا شاہد بنایا) روزِ اوّل سے روزِ آخر تک کا، سب ماکان و مانیکون انہیں بتایا) ازل سے ابد تک تمام غیب و شہادت (غائب و حاضر) پر اطلاع تام (و آگاہی تمام انہیں) حاصل، الا ماشاء اللہ (اور ہنوز ان کے احاطہ علم میں وہ ہزار در ہزار، بے حد و بے کنار سمندر لہرا رہے ہیں جن کی حقیقت وہ جانیں یا اُن کا عطا کرنے والا اُن کا مالک و مولیٰ جل و علا) بصر (و نظر) وہ محیط (اور اس کا احاطہ اتنا بسیط) کہ شش جہت مقابل (کہ بصارت کو ان پر اطلاع تام حاصل) دنیا اس کے سامنے اٹھالی کہ تمام کائنات تا روزِ قیامت، اُن واحد میں پیشِ نظر (تو وہ دنیا کو اور جو کچھ دنیا میں قیامت تک ہونے والا ہے سب کو ایسے دیکھ رہے ہیں جیسے اپنی ہتھیلی کو، اور ایمانی نگاہوں میں نہ یہ قدرت الہی



پر دشوار نہ عزت و وجاہت انبیاء کے مقابل بسیار) سمع والا کے نزدیک پانچ سو برس راہ کی صدا جیسے کان پڑی آواز ہے اور (بعطاءے قادر مطلق) قدرت (واختیارات) کا تو کیا پوچھنا، کہ قدرت قدیر علی الاطلاق جل جلالہ کی نمونہ و آئینہ ہیں، عالم علوی و سفلی (اقطار و اطراف زمین و آسمان) میں اس کا حکم جاری۔ فرمانروائی کن کو اس کی زباں کی پاسداری، مردہ کو قم کہیں (کہ حکم الہی کھڑا ہو جا تو وہ) زندہ اور چاند کو اشارہ کریں (تو) فوراً دو پارہ ہو۔ جو (یہ) چاہتے ہیں خدا وہی چاہتا ہے کہ یہ وہی چاہتے ہیں جو خدا چاہتا ہے۔ منشور خلافت مطلقہ (تامہ، عامہ، شاملہ، کاملہ) و تقویٰ تامہ کافرمان شاہی) ان کے نام نامی (اسم گرامی) پر پڑھا گیا اور سکھ و خطبہ ان کا ملاء ادنیٰ سے عالم بالا تک جاری ہوا۔ (تو وہ اللہ عزوجل کے نائب مطلق ہیں اور تمام ماسوی اللہ تمام عالم ان کے تحت تصرف ان کے زیر اختیار، ان کے سپرد کہ جو چاہیں کریں جسے جو چاہیں دیں اور جس سے جو چاہیں واپس لیں تمام جہان میں کوئی ان کا پھیرنے والا نہیں اور ہاں کوئی کیونکر ان کا حکم پھیر سکے کہ حکم الہی کسی کے پھیرے نہیں پھرتا۔ تمام جہان ان کا محکوم اور تمام آدمیوں کے وہ مالک، جو انہیں اپنا مالک نہ جانے حلاوتِ سنت سے محروم مل۔ ملکوت السموات والارض ان کے زیر فرمان، تمام زمین ان کی ملک اور تمام جنت ان کی جاگیر) دنیا و دیں میں جو جسے ملتا ہے ان کی بارگاہِ عرش اشتباہ سے ملتا ہے۔ (جنت و نار کی کنجیاں دستِ اقدس میں دے دی گئیں۔ رزق و خیر اور ہر قسم کی عطائیں حضور ہی کے دربار سے تقسیم ہوتی ہیں۔ دنیا و آخرت حضور ہی کی عطا کا ایک حصہ ہے۔

فَانْ مِنْ جَوْدِكَ الدُّنْيَا وَضَرَّتْهَا<sup>1</sup>

(بے شک دنیا و آخرت آپ کے جود و سخا سے ہے)

تو تمام ماسوی اللہ نے جو نعمت، دنیاوی و اخروی، جسمانی یا روحانی، چھوٹی یا بڑی پائی انہیں کے دستِ عطا سے پائی۔ انہیں کے کرم، انہیں کے طفیل، انہیں کے اسطے سے ملی۔ اللہ عطا فرماتا ہے اور ان کے ہاتھوں ملا، ملتا ہے اور ابدال آباد تک ملتا رہے گا جس طرح دین و ملت، اسلام و سنت، صلاح و عبادت، زہد و طہارت اور علم و معرفت ساری دینی نعمتیں ان کی عطا فرمائی ہوئی ہیں۔ یونہی مال و دولت، شفاء و صحت، عزت و رفعت اور فرزند و عشرت یہ سب دنیاوی نعمتیں بھی انہیں کے دستِ اقدس سے ملی ہیں۔

<sup>1</sup> مجموع المتون قصیدۃ بردۃ فی مدحہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم الشئون الدینیہ دولۃ قطر ص ۱۰

قال الرضا:

بے ان کے واسطے کے خدا کچھ عطا کرے حاشا غلط غلط، یہ ہو س بے بصر کی ہے<sup>1</sup>

وقال الفقیر:

بے ان کے توسل کے، مانگے بھی نہیں ملتا بے ان کے توسط کے، پر سش ہے نہ شنوائی وہ بالادست حاکم کہ تمام ماسوی اللہ ان کا محکوم اور ان کے سوا عالم میں کوئی حاکم نہیں۔ (ملکوت السموات والارض میں ان کا حکم جاری ہے، تمام مخلوق الہی کو ان کے لیے حکم اطاعت و فرمانبرداری ہے وہ خدا کے ہیں، اور جو کچھ خدا کا ہے سب ان کا ہے۔ میں تو مالک ہی کہوں گا کہ ہو مالک کے حبیب

یعنی محبوب و محب میں نہیں میرا، تیر<sup>2</sup>

جو سر ہے ان کی طرف جھکا ہوا، اور جو ہاتھ ہے وہ ان کی طرف پھیلا ہوا۔)

سب ان کے محتاج اور وہ خدا کے محتاج (وہی بارگاہ الہی کے وارث ہیں اور تمام عالم کو انہیں کی وساطت سے ملتا ہے) قرآن عظیم ان کی مدح و ستائش کا دفتر (اور) نام ان کا ہر جگہ نام الہی کے برابر۔

ورفعنا لک ذکر کا ہے سایہ تجھ پر ذکر او نچا ہے ترا، بول ہے بالا تیرا<sup>3</sup>

احکام تشریعیہ، شریعت کے فرامین، اوامر و نواہی سب ان کے قبضہ میں، سب ان کے سپرد، جس بات میں جو چاہیں اپنی طرف سے فرمادیں، وہی شریعت ہے، جس پر جو چاہیں حرام فرمادیں، اور جس کے لیے جو چاہیں حلال کر دیں، اور جو فرض چاہیں معاف فرمادیں وہی شرع ہے، غرض وہ کارخانہ الہی کے مختار کل ہیں، اور خسر وان عالم اس کے دستِ نگر و محتاج)

<sup>1</sup> حدائق بخشش حاضری بارگاہ ہمیں جائے حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹۴

<sup>2</sup> حدائق بخشش وصل اول در نعت رسول اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۲

<sup>3</sup> حدائق بخشش وصل چہارم، در منافع اعداء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۹

(وہ کون؟) اَعْنَى سَيِّدِ الْمُرْسَلِينَ (رہبر رہبروں)، خاتم النبیین (خاتم پیغمبروں) رَحْمَةً لِلْعَالَمِينَ (رحمت ہر دو جہاں)، شَفِيعَ الْمَذْنُبِينَ (شافع خطاکاروں)، قَائِدَ الْغُرِّ الْمُحْجَلِينَ (ہادی نوریاں و روشن جبیناں)، سَيِّدَ اللَّهِ الْمَكْنُونِ (رب العزت کا راز سر بستہ) دُرُّ اللَّهِ الْمُخْزُونِ (خزانہ الہی کا موتی، قیمتی و پوشیدہ) سرور القلب المحزون (ٹوٹے دلوں کا سہارا) عالم مآکان وما سیکون (ماضی و مستقبل کا واقف کار) تاج الاتقیاء (نیکیو کاروں کے سر کا تاج) نبی الانبیاء (تمام نبیوں کا سر تاج) مُحَمَّدٌ (المصطفیٰ) رسول رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیٰ آلہ وصحبہ وبارک وسلم الیٰ یوم الدین۔

بائیں ہمہ (فضائل جمیلہ و فواضل جلیلہ و محاسن حمیدہ و محامد محمودہ وہ) خدا کے بندہ و محتاج ہیں (اور یہ مسئلہ من فی السموات والارض کے مصداق<sup>۱</sup>۔ حاشا للہ کہ عینیت یا مثلیت کا گمان (تو گمان یہ وہم بھی ان کی ذات کریمہ، ذات الہی عز شانہ کی عین یا اس کے مثل و مماثل یا شبیہ و نظیر ہے) کافر کے سوا مسلمان کو ہو سکے۔ خزانہ قدرت میں ممکن۔ (و حادث و مخلوق) کے لیے جو کمالات متصور تھے (تصور و گمان میں آسکتے تھے یا آسکتے ہیں) سب پائے کہ دوسری کو ہم عنانی (و ہمسری اور ان مراتب رفیعہ میں برابر) کی مجال نہیں، مگر دائرہ عبدیت و افتقار (بندگی و احتیاج) سے قدم نہ بڑھا، نہ پڑھا سکے۔ العظمت للہ خدائے تعالیٰ سے ذات و صفات میں مشابہت (و مماثلت) کیسی۔ (اس سے مشابہ و مماثل ہونے کا شبہ بھی اس قابل نہیں کہ مسلمان کے دل ایمان منزل میں اس کا خطرہ گزر سکے، جب کہ اہل حق کا ایمان ہے کہ حضور اقدس سرور عالم عالم اعلم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ واصحابہ وبارک وسلم ان احسانات الہی کا جو بارگاہ الہی سے ہر آن، ہر گھڑی، ہر لحظہ، ہر لمحہ ان کی بارگاہ نیکیں پناہ پر مبذول رہتے ہیں، ان الانعامات اور ان (نعمائے خداوندی کے لائق جو شکر و ثناء ہے اسی پورا پورا بجا نہ لاسکے نہ ممکن کہ بجالائیں کہ جو شکر کریں وہ بھی نعمت آخر موجب شکر دیگر الی مالا نہایۃ لہ نعم و افضال خداوندی (ربانی نعمتیں اور بخششیں خصوصاً آپ پر) غیر متناہی ہیں۔ ان کی کوئی حد نہایت نہیں، انہیں کوئی گنتی و شمار میں نہیں لاسکتا۔ قال اللہ تعالیٰ "وَلَا تَحْذَرُ الْخَيْزُومَ مِنَ الْاَوْثَانِ"<sup>۲</sup>۔ (اے نبی بے شک ہر آنے والا لمحہ تمہارے لیے گزرے ہوئے لمحہ سے بہتر ہے اور ساعت بساعت آپ کے مراتب رفیعہ ترقیوں میں ہیں) مرتبہ قاب قوسین

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۲۹/۵۵

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۴/۹۳

اودائی کا پایا<sup>۱</sup>۔ (اور یہ وہ منزل ہے کہ نہ کسی نے پائی اور نہ کسی کے لیے ممکن ہے اس تک رسائی وہ خود ارشاد فرماتے ہیں کہ شب اسری مجھے میرے رب نے اتنا نزدیک کیا کہ مجھ میں اور اس میں دو کمانوں بلکہ اس سے بھی کم کا فاصلہ رہ گیا۔)<sup>۲</sup> قسم کھانے کو فرق کا نام رہ گیا۔

کمان امکاں کے جھوٹے نقطو! تم اول آکر کے پھیر میں ہو  
محیط کی چال سے تو پوچھو کدھر سے آئے، کدھر گئے تھے<sup>۳</sup>

دیدار الہی بچشم سردیکھا، کلام الہی بے واسطہ سُنا، (بدن اقدس کے ساتھ، بیداری میں، اور یہ وہ قرب خاص ہے کہ کسی نبی مرسل و ملک مقرب کو بھی نہ کبھی حاصل ہوا اور نہ کبھی حاصل ہو)

محمل لیلیٰ (ادراک سے ماوراء) کروڑوں منزل سے کروڑوں منزل (دور) (اور) خرد خردہ میں (عقل نکتہ دان، دقیقہ شناس) دنگ ہے۔ (کوئی جانے تو کیا جانے اور کوئی خبر دے تو کیا خبر دے) نیا ساں ہے نیا رنگ (ہوش و حواس ان وسعتوں میں گم اور دامن نگاہ تنگ) قرب میں بعد (نزدیکی میں دوری) بعد میں قرب (دوری میں نزدیکی) وصل میں ہجر (فرقت میں وصال) عجب گھڑی تھی کہ وصل و فرقت جنم کے پچھڑے گلے ملے تھے<sup>۴</sup>۔

عقل و شعور کو خود اپنا شعور نہیں، دست و پا بستہ خود گم کردہ حواس ہے، ہوش و خرد کو خود اپنے لالے پڑے ہیں وہم و گمان دوڑیں تو کہاں تک پہنچیں، ٹھوکر کھائی اور گرے۔

سراغ این ومتی کہاں تھا، نشان کیف والی کہاں تھا

نہ کوئی راہی، نہ کوئی ساتھی، نہ سنگ منزل، نہ مرحلے تھے<sup>۵</sup>

جس راز کو اللہ جل شانہ ظاہر نہ فرمائے بے بتائے کس کی سمجھ میں آئے اور کسی بے وقار کی کیا مجال کہ درون خانہ خاص تک قدم بڑھائے

گوہر شناور دریا (گویا موتی پانی میں تیر رہا ہے) مگر (یوں کہ) صدف (یعنی سپی) نے وہ

<sup>۱</sup> القرآن الکَرِیم ۹/۵۳

<sup>۲</sup> صحیح البخاری کتاب التوحید باب قول اللہ تعالیٰ و کلم اللہ موسیٰ تکلیماً قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۱۱۲۰

<sup>۳</sup> حقائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۰۵

<sup>۴</sup> حقائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۱۰

<sup>۵</sup> حقائق بخشش معراج نظم نذر گدا بحضور سلطان الانبیاء الخ حصہ اول مکتبہ رضویہ کراچی ص ۱۱۰

پردہ ڈال رکھا ہے کہ نم سے آشنا نہیں (قطرہ تو قطرہ، نمی سے بھی بہرہ ور نہیں) اے جاہل نادان، علم (وکنہ حقیقت) کو علم والے پر چھوڑ اور اس میدان دشوار جولان سے (جس سے سلامتی سے گزر جانا جوئے شیر لانا ہے اور سخت مشقتوں میں پڑنا) سمندر بیان (کلام و خطاب کی تیز و طرار سواری) کی عنان (باگ دوڑ) موڑ (اس والا جناب کی رفعتوں، منزلتوں اور قربتوں کے اظہار کے لیے) زبان بند ہے پر اتنا کہتے ہیں کہ خلق کے آقا ہیں، خالق کے بندے، عبادت (و پرستش) ان کی کفر (اور ناقابل معافی جرم) اور بے ان کی تعظیم کے حبط (برباد، ناقابل اعتبار، منہ پر مار دیئے جانے کے قابل) ایمان ان کی محبت و عظمت کا نام (اور فعل تعظیم، بعد ایمان، ہر فرض سے مقدم) اور مسلمان وہ جس کا کام ہے نام خدا کے ساتھ، ان کے نام پر تمام والسلام علی خیر الانام والال والاصحاب علی الدوام۔

### عقیدہ ثالثہ<sup>۳</sup> صدر نشینان، بزم عز و جاہ

اس جناب عرش قباب کے بعد (جن کے قبہ اطہر اور گنبد انور کی رفعتیں عرش سے ملتی ہیں) مرتبہ اور انبیاء و مرسلین کا ہے۔ صلوات اللہ وسلامہ علیہم اجمعین کہ باہم ان میں تفاضل (اور بعض کو بعض پر فضیلت) مگر ان کا غیر، گو کسی مرتبہ ولایت تک پہنچے، فرشتہ ہو (اگرچہ مقرب خواہ آدمی صحابی ہو خواہ اہلبیت) (اگرچہ مکرم تر و معظم ترین) ان کے درجے تک (اس غیر کو) وصول محال، جو قرب الہی انہیں حاصل، کوئی اس تک فائز نہیں، اور جیسے یہ خدا کے محبوب، دوسرا ہر گز نہیں، یہ وہ صدر (وبالا) نشینان بزم عز و جاہ ہیں (اور والا مقامان محفل عزت و وجاہت اور مقربان حضرت عزت) کہ رب العالمین تبارک و تعالیٰ خود ان کے مولیٰ و سردار (نبی مختار علیہ الصلوٰۃ والسلام الی یوم القرار) کو حکم فرماتا ہے: "أُولَٰئِكَ الَّذِينَ هَدَى اللَّهُ فَبِهِدَّ لَهُمْ أَفْتَدَا"۔<sup>۱</sup> (اللہ اللہ! کوئی کیا اندازہ کر سکتا ہے اس مقدس ذات برگزیدہ صفات کا جسے اس کے رب تبارک و تعالیٰ نے محامد جمیلہ، محاسن جلیلہ، اخلاق حسنہ، خصائل محمودہ سے نوازا، سر اقدس پر محبوبیت کبریٰ کا تاج والا ابتهاج رکھا، جسے خلافت عظمیٰ کا خلعت والا مرتبت پہنایا جس کے طفیل ساری کائنات کو بنایا، جس کے فیوض و برکات کا دروازہ تمام ماسوی اللہ کو دکھایا۔ انہیں سے

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۹۰/۶

یہ خطاب فرمایا کہ) یہ وہ ہیں جنہیں خدا نے راہ دکھائی تو تو ان کی پیروی کر۔ اور فرماتا ہے: "فَاتَّبِعُوا مِلَّةَ إِبْرَاهِيمَ حَنِيفًا" <sup>۱</sup>۔ تو پیروی کر شریعتِ ابراہیم کی، جو سب ادیانِ باطلہ سے کنارہ کش ہو کر دینِ حق کی طرف جھک آیا۔

(غرض انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام الی یوم الدین میں سے، ہر نبی، ہر رسول بارگاہِ عزت جل مجدہ میں بڑی عزت و وجاہت والا ہے، اور اس کی شان بہت رفیع، ولہذا ہر نبی کی تعظیم فرض عین بلکہ اصل جملہ فرائض ہے اور) ان کی ادنیٰ توہین مثل سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، کفر قطعی (ان میں سے کسی کی تکذیب و تنقیص، کسی کی اہانت، کسی کی بارگاہ میں ادنیٰ گستاخی ایسے ہی قطعاً کفر ہے جیسے خود حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخی و دریدہ دہنی، والعیاذ باللہ تعالیٰ) اور کسی کی نسبت، صدیق ہوں خواہ مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما ان (حضرات قدسی صفات) کی خادمی و غاشیہ برادری (اطاعت و فرمانبرداری کہ یہ ان کے پیش خدمت و اطاعت گزار ہیں، اس) سے بڑھا کر (افضلیت و برتری در کنار) دعویٰ ہم سری (کہ یہ بھی مراتب رفیعہ اور ان کے درجاتِ علیہ میں ان کے ہمسر و برابر ہیں) محض بے دینی (الحاد و زندیق ہے) جس نگاہِ اجلال و توقیر (تکریم و تعظیم) سے انہیں دیکھنا فرض (ہے اور دائمی فرض) حاشا کہ اس کے سوجھ سے ایک حصہ (۱/۱۰۰) دوسرے کو دیکھیں آخر نہ دیکھا کہ صدیق و مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما جس سرکارِ ابد قرار (وسرِ ہر کار) کے غلام ہیں، اسی کو حکم ہوتا ہے ان کی راہ پر چل اور ان کی اقتداء سے نہ نکل (تابع دیگران چہ رسد)

(اے عقل خبردار! یہاں مجالِ دم زدن نہیں)

عقیدہ رابعہ <sup>۲</sup> \_\_\_\_\_ اعلیٰ طبقہ، ملائکہ مقربین

ان (انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام) کے بعد اعلیٰ طبقہ ملائکہ مقربین کا ہے مثل ساداتنا و موالینا (مثلاً ہمارے سرداروں اور پیش رو مددگاروں میں سے حضرت) جبرائیل (جن کے ذمہ پیغمبروں کی خدمت میں وحی الہی لانا ہے) و (حضرت) میکائیل (جو پانی برسانے والے اور مخلوق خدا کو روزی پہنچانے پر مقرر ہیں) و (حضرت) اسرافیل (جو قیامت کو صور پھونکیں گے) و (حضرت) عزرائیل (جنہیں قبض ارواح کی خدمت سپرد کی گئی ہے) و حملہ (یعنی حاملان) عرش جلیل، صلوات اللہ وسلامہ علیہم

<sup>۱</sup> القرآن الکرم ۳/۹۵



اجمعین، ان کے علو شان و رفعت مکان (شوکت و عظمت اور عالی مرتبت) کو بھی کوئی ولی نہیں پہنچتا) (خواہ کتنا ہی مقرب بارگاہِ احدیت ہو) اور ان کی جناب میں گستاخی کا بھی بعینہ وہی حکم (جو انبیاء مرسلین کی رفعت پناہ بارگاہوں میں گستاخی کا ہے کہ کفر قطعی ہے ان ملائکہ مقربین میں بالخصوص) جبرائیل علیہ السلام من وجہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے استاذ عہ ہیں قال تعالیٰ "عَلَّمَهُ شَدِيدُ الْقُوَىٰ" <sup>۱</sup>۔ (سکھایا ان کو یعنی سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کو سخت قوتوں والے طاقتور نے، یعنی جبرائیل علیہ السلام نے جو قوت و اجلال خداوندی کے مظہر اتم، قوت جسمانی و عقل و نظر کے اعتبار سے کامل وحی الہی کے بار کے متحمل، چشم زدن میں سدرة المنتی تک پہنچ جانے والے جن کی دانشمندی اور فراست ایمانی کا یہ عالم کہ تمام انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کی بارگاہوں میں وحی الہی لے کر نزول اجلال فرماتے اور پوری

عہ: قال الامام الفخر الرازی وقوله شديد القوى، فيه فوائد الاولى ان مدح المعلم مدح المتعلم فلو قال عليه جبرائيل ولم يصفه مكان يحصل للنبي صلى الله تعالى عليه وسلم به فضيلة ظاهرة، الثانية هي ان فيه ردًا عليهم حيث قالوا اساطير الاولين سمعها وقت سفره الى الشام فقال لم يعلمه احد من الناس بل معلمه شديد القوى <sup>۲</sup>۔ الخ ولهذا قال الامام احمد رضا مآقال وهو حق ثابت، والله اعلم۔

امام فخر الدین رازی علیہ الرحمہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ارشاد شدید القوی میں کئی فائدے ہیں، پہلا فائدہ یہ ہے کہ معلم کی مدح متعلم کی مدح ہوتی ہے، اگر اللہ تعالیٰ یوں فرماتا کہ اس کو جبرائیل نے سکھایا ہے، اور وصف شدید القوی سے اس کو متصف نہ فرماتا تو اس سے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو فضیلت ظاہرہ حاصل نہ ہوتی، دوسرا فائدہ یہ ہے کہ اس میں رد ہے ان لوگوں کا جنہوں نے کہا یہ پہلے لوگوں کے قصے ہیں جن کو انہوں نے شام کی طرف سفر کے دوران سُن لیا ہے، تو اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ انہیں لوگوں میں سے کسی نے نہیں سکھایا ان کا معلم تو شدید القوی ہے الخ، اسی لیے امام احمد رضا علیہ الرحمہ نے جو کہا ہے وہ حق ثابت ہے۔ (ت)

العبد محمد خلیل عفی عنہ

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۵/۵۳

<sup>۲</sup> مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۵/۵۳ دار الکتب العلمیہ بیروت ۲۸/۲۸۵

دیانتداری سے اس امانت کو ادا کرتے رہے) پھر وہ کسی کے شاگرد کیا ہوں گے جسے ان کا استاذ بنائیے۔ اسے سرور عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کا استاذ الاستاذ ٹھہرائیے یہ وہی ہیں جنہیں حق تبارک و تعالیٰ رسول کریم<sup>۱</sup>۔ مکین امین۔<sup>۲</sup> فرماتا ہے (کہ وہ عزت والے مالک عرش کے حضور بڑی عزت والے ہیں ملائ اعلیٰ کے مقتداء کہ تمام ملائکہ ان کے اطاعت گزار و فرماں بردار، وحی الہی کے امانت دار، کہ انکی امانت میں کسی کو مجال حرف زد نہ نہیں پیام رسانی وحی میں امکان نہ سہو کا نہ کسی غلط فہمی و غلطی کا اور نہ کسی سہل پسندی اور غفلت کا، منصب رسالت کے پوری طرح متحمل، اسرار و انوار کے ہر طرح محافظ، فرشتوں میں سب سے اونچا ان کا مرتبہ و مقام اور قرب قبول پر فائز المرام، وہ صاحب عزت و احترام کہ) نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سوا دوسرے کے خادم نہیں۔ (اور تمام مخلوقات میں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علاوہ کوئی اور ان کا مخدوم و مطاع نہیں۔ اور جنگ بدر میں فرشتوں کی ایک جمعیت کے ساتھ حضور کے لشکر کا ایک سپاہی بن کر شامل ہونا مشہور، زبان زد خاص و عام) اکابر صحابہ و اعظم اولیاء کو (کہ واسطہ نزول برکات ہیں) اگر ان کی خدمت (کی دولت) ملے دو جہاں کی فخر و سعادت جانیں پھر یہ کس کے خدمت گار یا غاشیہ بردار ہوں گے (اور سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم تو بادشاہ کون و مکاں، مخدوم و مطاع ہر دو جہاں ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ و علیہم اجمعین و بارک و سلم۔

#### عقیدہ خامسہ<sup>۵</sup> \_\_\_\_\_ اصحاب سید المرسلین والہ بیت کرام

ان (ملائکہ مرسلین و سادات فرشتگان مقررین) کے بعد (بڑی عزت و منزلت اور قرب قبول احدیت پر فائز) اصحاب سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم ہیں، اور انہیں میں حضرت بتول، جگر پارہ رسول، خاتون جہاں، بانوے جہاں، سیدۃ النساء فاطمہ زہرا (شامل) اور اس دو جہاں کی آقا زادی کے دونوں شہزادے، عرش (اعظم) کی آنکھ کے دونوں تارے، چرخ سیادت (آسمان کرامت) کے مہ پارے، باغ تطہیر کے پیارے پھول، دونوں قرۃ العین رسول، امامین کریمین (ہادیان باکرامت و باصفا)، سعیدین شہیدین (نیک بخت و شہیدان جفا) تقیین نقیین (پاک دامن، پاک باطن) نیرین (قمرین، آفتاب رخ و ماہتاب رُو) طاہرین (پاک سیرت، پاکیزہ خو) ابو محمد (حضرت

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۸۱/۱۹

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۸۱/۲۱۰

امام حسن و ابو عبد اللہ (حضرت امام حسین، اور تمام مادرانِ اُمت، بانوانِ رسالت (امہات المؤمنین) ازواجِ مطہرات) علی المصطفیٰ و علیہم کلہم الصلوٰۃ والتحیۃ (ان صحابہ کرام کے زمرہ میں) داخل کہ صحابی ہر وہ مسلمان ہے جو حالتِ اسلام میں اس چہرہ خدا نما (اور اس ذاتِ حق رسا) کی زیارت سے مشرف ہوا۔ اور اسلام ہی پر دنیا سے گیا۔ (مرد ہو خواہ عورت، بالغ ہو خواہ نابالغ) ان (اعلیٰ درجات والا مقامات) کی قدر و منزلت وہی خوب جانتا ہے جو سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ کی عزت و رفعت سے آگاہ ہے۔ (اس کا سینہ انوارِ عرفان سے منور اور آنکھیں جمالِ حق سے مشرف ہیں، حق پر چلتا، حق پر جیتا اور حق کے لیے مرتا ہے اور قبولِ حق اس کا وطیرہ ہے) آفتابِ نیمروز (دوپہر کے چڑھتے سورج) سے روشن تر کہ محب (سچا چاہنے والا) جب قدرت پاتا ہے اپنے محبوب کو صحبتِ بد (برے ہم نشینوں اور بدکار رفیقوں) سے بچاتا ہے۔ (اور مسلمانوں کا بچہ بچہ جانتا مانتا ہے کہ حق تعالیٰ قادرِ مطلق (اور ہر ممکن اس کے تحت قدرت ہے) اور (یہ کہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اس کے محبوب و سید المحبوبین (تمام محبوبانِ بارگاہ کے سردار و سر کے تاج) کیا عقل سلیم (بشرطیکہ وہ سلیم ہو) تجویز کرتی (جائز و گوارہ رکھتی) ہے کہ ایسا قدیر (فعال) لٹیرید جو چاہے اور جیسا چاہے کرے) ایسے عظیم ذی وجاہت، جانِ محبوبی و کانِ عزت (کہ جو ہو گیا، جو ہوگا، اور جو ہو رہا ہے انہیں کی مرضی پر ہوا۔ انہیں کی مرضی پر ہوگا اور انہیں کی مرضی پر ہو رہا ہے۔ ایسے محبوب ایسے مقبول) کے لیے خیارِ خلق کو) (کہ انبیاء و مرسلین کے بعد تمام خلایق پر فائق ہوں۔ حضور کا صحابی) جلیس و انیس (ہم نشین و غمخوار) و یار و مددگار مقرر نہ فرمائے (نہیں ہر گز نہیں توجب کہ مولائے قادر و قدیر جل جلالہ نے انہیں، ان کی یاری و مددگاری، رفاقت و صحبت کے لیے منتخب فرمایا تو اب) جوان میں سے کسی پر طعن کرتا ہے جناب باری تعالیٰ کے کمال حکمت و تمام قدرت (پر الزام نقص و ناتمامی کا لگاتا ہے) یا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی غایت محبوبیت (کمال شانِ محبوبی) و نہایت منزلت (وہ انتہائے عزت و جاہت اور ان مراتبِ رفیعہ اور مناصبِ جلیلہ) پر حرف رکھتا ہے۔ (جو انہیں بارگاہِ صمدیت میں حاصل ہیں تو یہ مولائے قدوس تعالیٰ شانہ کی بارگاہ میں یا اس کے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب پاک میں گستاخانہ زبان درازی و دریدہ دہنی ہے اور کھلی بغاوت) اسی لیے سرورِ عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ارشاد فرماتے ہیں۔ اللہ اللہ فی اصحابی، لا تتخذوہم غرضًا من بعدی فمن احبہم فبحبی احبہم ط ومن ابغضہم فببغضی ابغضہم ط ومن اذاہم فقد اذانی ومن اذانی فقد اذی اللہ ط ومن اذی اللہ فیوشک ان یاخذہ ط۔ خدا سے ڈرو، خدا سے ڈرو میرے اصحاب کے حق میں انہیں نشانہ نہ بنالینا میرے بعد جو انہیں دوست رکھتا ہے میری

محبت سے انہیں دوست رکھتا ہے، اور جو ان کا دشمن ہے میری عداوت سے ان کا دشمن ہے، جس نے انہیں ایذا دی اس نے مجھے ایذا دی، اور جس نے مجھے ایذا دی اس نے اللہ کو ایذا دی، اور جس نے اللہ کو ایذا دی تو قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ اس کو گرفتار کر لے۔ (یعنی زندہ عذاب و بلا میں ڈال دے) رواہ الترمذی<sup>۱</sup> وغیرہ۔

اب اے خارجیو، ناصبیو! (حضرت ختنین و امامین جلیلین سے خصوصاً اپنے سینوں میں بغض و کینہ رکھنے اور انہیں چنین و چنایا کہنے والو!) کیا رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے (مذکورہ بالا) اس ارشاد عام اور جناب باری تعالیٰ نے آیہ کریمہ "رَضِیَ اللہُ عَنْہُمْ وَرَضُوا عَنْہُ"<sup>۲</sup> سے (کہ اللہ تعالیٰ ان سے یعنی ان کی اطاعت و اخلاص سے راضی اور وہ اس سے یعنی اس کے کرم و عطا سے راضی) جناب ذوالنورین (امیر المومنین حضرت عثمان غنی) و حضرت اسد اللہ غالب (امیر المومنین علی بن ابی طالب) و حضرات سبطین کریمین (امام حسن و امام حسین) رضی اللہ تعالیٰ عنہم (جمعین) کو مستثنیٰ کر دیا اور اس استثناء کو تمہارے کان میں پھونک دیا ہے) یا اے شیعو! اے رافضیو! ان احکام شاملہ سے (کہ سب صحابہ کو شامل ہیں اور جملہ صحابہ کرام ان میں داخل ہیں۔) خدا و رسول (جل و علا و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) نے (امیر المومنین خلیفۃ المسلمین) جناب فاروق اکبر (و امیر المومنین کامل الحیاء والايمان) حضرت مجسم جیش العسرة (فی رضی الرحمن عثمان بن عفان) و جناب ام المومنین، محبوبہ سید العالمین (طیبہ، طاہرہ، عقیقہ) عائشہ صدیقہ بنت صدیق و حضرات طلحہ و زبیر و معاویہ (کہ اول کے بارے میں ارشاد وارد کہ اے طلحہ! یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں قیامت کے ہولوں میں تمہارے ساتھ رہوں گا<sup>۳</sup>۔ اور ثانی کے باب میں ارشاد فرمایا یہ جبریل ہیں تجھے سلام کہتے ہیں اور بیان کرتے ہیں کہ میں روز قیامت تمہارے ساتھ رہوں گا یہاں تک کہ تمہارے چہرہ سے جہنم کی اُرتی چنگاریاں دور کردوں گا<sup>۴</sup>۔ امام جلال الدین سیوطی جمع الجوامع میں فرماتے ہیں سنندہ صحیح<sup>۵</sup>۔ اس حدیث کی سند صحیح ہے۔ اور

<sup>۱</sup> جامع الترمذی کتاب المناقب باب فی من سب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم حدیث ۳۸۸۸ دار الفکر بیروت ۵/ ۲۶۳، مسند

احمد بن حنبل عن عبد اللہ بن مغفل المزنی المکتب الاسلامی بیروت ۵/ ۵۲ و ۵۳

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۹/ ۱۰۰

<sup>۳</sup> کنز العمال حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۳/ ۲۲۶ و ۲۲۷

<sup>۴</sup> کنز العمال حدیث ۳۳۲۹۴ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۱/ ۶۸۳

<sup>۵</sup> کنز العمال حدیث ۳۶۷۳۶ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۳/ ۲۲۷

حضرت امیر معاویہ تو اول ملوک اسلام اور سلطنتِ محمدیہ کے پہلے بادشاہ ہیں اسی کی طرف توراۃ مقدس میں اشارہ ہے کہ:

مولدہ بمکة ومهاجرة طيبة وملكة بالشام۔

وہ نبی آخر الزماں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مکہ میں پیدا ہوگا اور مدینہ کو ہجرت فرمائے گا اور اس کی سلطنت شام میں ہوگی۔  
(تو امیر معاویہ کی بادشاہی اگرچہ سلطنت ہے، مگر کس کی؟ محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی) وغیرہم رضوان اللہ تعالیٰ علیہم الیوم الدین کو خارج کر دیا اور تمہارے کان میں (اللہ کے رسول نے چپ چاپ) کہہ دیا کہ اصحابی سے ہماری مراد اور آیت میں ضمیر ہم کے مصداق ان لوگوں کے سوا (اور دوسرے صحابہ) ہیں جو تم ان کے اے خوارج (اور اے روافض) دشمن ہو گئے۔ اور عیاذ باللہ (انہیں) لعن طعن سے یاد کرنے لگے (اور شومنی بخت سے) نہ یہ جانا کہ یہ دشمنی، درحقیقت رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے دشمنی ہے اور ان کی ایذاء حق تبارک و تعالیٰ کی ایذاء (اور جہنم کا دائمی عذاب جس کی سزا، مگر اے اللہ! تیری برکت والی رحمت اور ہمیشگی والی عنایت اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت پر، جس نے تیرے محبوب صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے سب ہم نشینوں اور گلستانِ صحبت کے گل چینیوں کو) ہمیشہ ہمیش کسی استثناء کے بغیر) نگاہِ تعظیم و اجلال (اور نظرِ تکریم و توقیر) سے دیکھنا اپنا شعار و دثار (اپنی علامت و نشان) کر لیا اور سب کو چرخِ ہدایت کے ستارے اور فلکِ عزت کے سیارے جاننا، عقیدہ کر لیا کہ ہر ہر فرد بشر ان کا (بار و نیوکار) سرور عدول و اختیار و تقیہ و ابرار کا سردار (اور امت کے تمام عدل گستر، عدل پرور، نیوکار، پرہیزگار اور صالح بندوں کے سرکاتاج ہے) تابعین سے لے کر تابقیامت امت کا کوئی ولی کیسے ہی پایہ عظیم کو پہنچے، صاحب سلسلہ ہو خواہ غیر ان کا، ہر گز ہر گز ان میں سے ادنیٰ سے ادنیٰ کے رتبہ کو نہیں پہنچتا، اور ان میں ادنیٰ کوئی نہیں، رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ارشادِ صادق کے مطابق اوروں کا کوہِ اُحد کے برابر سونا ان کے نیم صاع (تقریباً دو کلو) جو کے برابر نہیں<sup>۱</sup>۔ جو قُربِ خدا نہیں حاصل

<sup>۱</sup> صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فضل ابنی بکر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۱۸، صحیح مسلم کتاب الفضائل باب تحریم سب الصحابة قدیمی کتب خانہ کراچی ۲/ ۳۱۰، سنن ابن ماجہ فضل اہل بدر ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۵، سنن ابی داؤد کتاب السنۃ باب فی النهی عن سب اصحاب رسول اللہ آفتاب عالم پریس لاہور ۲/ ۲۸۴

دوسرے کو میسر نہیں۔ اور جو درجات عالیہ یہ پائیں گے غیر کو ہاتھ نہ آئیں گے۔ (اہلسنت کے خواص تو خواص، عوام تک) ان سب کو بالا جمال (کہ کوئی فرد ان کا شمول سے نہ رہ جائے، از اوّل تا آخر) پر لے درجے کا بروقتی (نیکو کار متقی) جانتے اور تفصیل احوال (کہ کس نے کس کے ساتھ کیا کیا اور کیوں کیا، اس) پر نظر حرام مانتے (ہیں) جو فعل (ان حضرات صحابہ کرام میں سے) کسی کا اگر ایسا منقول بھی ہو جو نظر قاصر (ونگاہ کوتاہ ہیں) میں ان کی شان سے قدرے گرا ہوا ٹھہرے (اور کسی کوتاہ نظر کو اس میں حرف زنی کی گنجائش ملے) اسے محمل حسن پر اتارتے ہیں۔ (اور اسے ان کے خلوص قلب و حسن نیت پر محمول کرتے ہیں) اور اللہ کا سچا قول "رَضِيَ اللَّهُ عَنْهُمْ"<sup>۱</sup>۔ "سُن کر آمینہ دل میں زنگ تفتیش کو جگہ نہیں دیتے۔ (اور تحقیق احوال واقعی کے نام کا میل کچیل، دل کے آئینے پر چڑھنے نہیں دیتے) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم علیہ وسلم حکم فرما چکے۔

اذا ذکر اصحابی فامسکوا<sup>۲</sup>۔ جب میرے اصحاب کا ذکر آئے تو باز رہو۔ (سوء عقیدت و بدگمانی کو قریب نہ پھٹکنے دو، تحقیق حال و تفتیش مآل میں نہ پڑو) ناچار اپنے آقا کا فرمان عالی شان، اور یہ سخت وعیدیں، ہولناک تہدیدیں (ڈراوے اور دھمکیاں) سُن کر زبان بند کر لی اور دل کو سب کی طرف سے صاف کر لیا۔ (اور بلاچون و چرا) جان لیا کہ ان کے رُتبے ہماری عقل سے وراء ہیں پھر ہم اُن کے معاملات میں کیا دخل دیں ان میں جو مشاجرات (صورۂ نزاعات و اختلافات) واقع ہوئے ہم ان کا فیصلہ کرنے والے کون؟

گدائے خاک نشینی تو حافظا مخروش

رموز مملکت خویش خسرواں دانند<sup>۳</sup>

(تُو خاک نشین گدا گر ہے اے حافظ! شورت کر کہ اپنی سلطنت کے بھید بادشاہ جانتے ہیں)

(ع تیرا منہ ہے کہ تُو بولے یہ سرکاروں کی باتیں ہیں)

حاشا کہ ایک کی طرف داری میں دوسرے کو بُرا کہنے لگیں، یا ان نزاعوں میں ایک فریق کو

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۹/۱۰۰

<sup>۲</sup> المعجم الکبیر حدیث ۱۲۷۲ المکتبۃ الفیصلیۃ بیروت ۲/۹۶

<sup>۳</sup> دیوان حافظ ردیف شین معجمہ سب رنگ کتاب گھر دہلی ص ۲۵۸



دنیا طلب ٹھہرائیں بلکہ بالیقین جانتے ہیں کہ وہ سب مصالح دین کے خواستگار تھے (اسلام و مسلمین کی سربلندی ان کا نصب العین تھی پھر وہ مجتہد بھی تھے، تو) جس کے اجتہاد میں جو بات دین الہی و شرع رسالت پناہی جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے لیے اصلح و انسب (زیادہ مصلحت آمیز اور احوال مسلمین سے مناسب تر) معلوم ہوئی، اختیار کی، گو اجتہاد میں خطا ہوئی اور ٹھیک بات ذہن میں نہ آئی۔ لیکن وہ سب حق پر ہیں (اور سب واجب الاحترام) ان کا حال بعینہ ایسا ہے جیسا فروع مذہب میں (خود علمائے اہلسنت بلکہ ان کے مجتہدین مثلاً امام اعظم) ابو حنیفہ (امام) شافعی (وغیرہما) کے اختلافات نہ ہر گز ان منازعات کے سبب، ایک دوسرے کو گمراہ فاسق جاننا نہ ان کا دشمن ہو جانا (جس کی تائید مولیٰ علی کے اس قول سے ہوتی ہے کہ: اخواننا بغوا علینا<sup>۱</sup>۔

یہ سب ہمارے بھائی ہیں کہ ہمارے خلاف اٹھ کھڑے ہوئے۔ مسلمانوں کو تو یہ دیکھنا چاہیے کہ سب حضرات آقائے دو عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے جاں نثار اور سچے غلام ہیں، خدا اور رسول کی بارگاہوں میں معظم و معزز اور آسمان ہدایت کے روشن ستارے ہیں اصحابی کالنجوم<sup>۲</sup>۔

بالجملہ ارشاداتِ خدا اور رسول عزّ مجیدہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے (اس پاک فرقہ اہل سنت و جماعت نے اپنا عقیدہ اور) اتنا یقین کر لیا کہ سب (صحابہ کرام) اچھے اور عدل و ثقہ، تقی، نقی ابرار (خاصاً پروردگار) ہیں۔ اور ان (مشاجرات و نزاعات کی) تفصیل پر نظر گمراہ کرنے والی ہے، نظیر اس کی عصمتِ انبیاء علیہم الصلوٰۃ و الثناء ہے کہ اہل حق (اہل اسلام، اہلسنت و جماعت) شاہراہ عقیدت پر چل کر (منزل) مقصود کو پہنچے۔ اور ارباب (غوایت و اہل) باطل تفصیلوں میں خوض (و ناحق غور) کر کے مغاک (ضلالت اور) بددینی (کی گمراہیوں) میں جا پڑے کہیں دیکھا "وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ" <sup>۳</sup>۔ (کہ اس میں عصیاں اور بظاہر تعمیل حکم ربانی سے روگردانی کی نسبت حضرت آدم علیہ السلام کی جانب کی گئی ہے۔)

<sup>۱</sup> السنن الکبریٰ کتاب قتال اہل البغی دار صادر بیروت ۸/ ۱۷۳

<sup>۲</sup> کشف الخفاء حرف الہمزہ مع الصاد حدیث ۳۸۱ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۱۱۸

<sup>۳</sup> القرآن الکریم ۲۰/ ۱۲۱

کہیں سنا "لِيَعْفَرَ لَكَ اللَّهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَأَخَّرَ"<sup>1</sup>۔ (جس سے ذنب یعنی گناہ و غفران ذنب یعنی بخشش گناہ کی نسبت کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی جناب والا کی جانب گمان ہوتا ہے) کبھی موسیٰ (علیہ السلام) و قطبی (قومِ فرعون) کا قصہ یاد آیا (کہ آپ نے قطبی کو آمادہ ظلم پا کر ایک گھونسا مارا اور وہ قطبی قعر گور میں پہنچا۔<sup>2</sup>

کبھی (حضرت) داؤد (علیہ الصلوٰۃ والسلام اور ان کے ایک اُمّتی) اور یاہ کا فسانہ سُن پایا (حالانکہ یہ الزام تھا یہود کا حضرت داؤد علیہ السلام پر، جسے انہوں نے خوب اُچھالا اور زبان زد عوام الناس ہو گیا۔ حتیٰ کہ بر بنائے شہرت، بلا تحقیق و تفتیش احوال بعض مفسرین نے اس واقعہ کو من و عن بیان فرما دیا، جب کہ امام رازی<sup>3</sup> فرماتے ہیں کہ یہ واقعہ میری تحقیق میں سراسر باطل و لغو ہے۔ غرض بے عقل بے دینوں اور بے دین بد عقلوں نے یہ افسانہ سُن پایا تو لگے چوَن و چرا کرنے تسلیم و گردن نہادوں کے زینہ سے اُترنے پھر ناراضی خدا و رسول کے سوا اور بھی کچھ پھل پایا؟ اور (اُلٹا) "خُصِّمُ كَالَّذِي خَاضُوا"<sup>4</sup> (اور تم بے ہودگی میں پڑے جیسے وہ پڑے تھے اور اتباعِ باطل میں ان کی راہ اختیار کی) نے "وَلَكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكَافِرِينَ"<sup>5</sup>۔ (مگر عذاب کا قول کافروں پر ٹھیک اُترا) کا دن دکھایا "إِلَّا أَنْ يُشَاءَ رَبِّي شَيْئًا"<sup>6</sup>۔ "إِنَّ رَبَّكَ فَاعَلْ لِمَا لِي بِدِي"<sup>7</sup>۔

(مسلمان ہمیشہ یہ بات ذہن نشین رکھیں کہ حضراتِ انبیائے کرام علیہم الصلوٰۃ والسلام کبیرہ گناہوں سے مطلقاً اور گناہِ صغیرہ کے عہدِ ارتکاب، اور ہر ایسے امر سے جو خلق کے لیے باعثِ نفرت ہو اور مخلوق خدا ان کے باعث ان سے دُور بھاگے نیز ایسے افعال سے جو وجاہت و مروت اور معززین کی شان و مرتبہ کے خلاف ہیں قبلِ نبوت اور بعدِ نبوت بالاجماع معصوم ہیں)

<sup>1</sup> القرآن الکریم ۲/۳۸

<sup>2</sup> القرآن الکریم ۱۵/۲۸

<sup>3</sup> مفاتیح الغیب (التفسیر الکبیر) تحت الآیۃ ۳۸/۲۳ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱۶۵/۲۶

<sup>4</sup> القرآن الکریم ۶۹/۹

<sup>5</sup> القرآن الکریم ۷۱/۳۹

<sup>6</sup> القرآن الکریم ۸۰/۶

<sup>7</sup> القرآن الکریم ۱۰۷/۱۱

اللَّهُمَّ اثْبَاتٍ عَلَى الْهُدَى إِنَّكَ أَنْتَ الْعَلِيُّ الْأَعْلَى۔

(اے اللہ ! ہم تجھ سے ہدایت پر ثابت قدمی مانگتے ہیں، بے شک تو ہی بلند و برتر ہے)

صحابہ کرام کے باب میں یاد رکھنا چاہیے کہ۔

(وہ حضرات رضی اللہ تعالیٰ عنہم انبیاء نہ تھے، فرشتے نہ تھے کہ معصوم ہوں، ان میں سے بعض حضرات سے لغزشیں صادر ہوئیں مگر ان کی کسی بات پر گرفت اللہ و رسول کے احکام کے خلاف ہے۔

اللہ عزوجل نے سورہ حدید میں صحابہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی دو قسمیں فرمائیں۔

(۱) "مَنْ أَتَقَىٰ مِنْ قَبْلِ النَّفْثِ وَالْوَيْلِ"۔

(۲) "الَّذِينَ اتَّقَوْا مِنْ بَعْدِ وَفْقَانَا"۔<sup>۱</sup>

یعنی ایک وہ کہ قبل فتح مکہ مشرف بایمان ہوئے راہِ خدا میں مال خرچ کیا اور جہاد کیا جب کہ ان کی تعداد بھی بہت قلیل تھی۔ اور وہ ہر طرح ضعیف و درماندہ بھی تھے، انہوں نے اپنے اوپر جیسے جیسے شدید مجاہدے گوارا کر کے اور اپنی جانوں کو خطروں میں ڈال ڈال کر، بے دریغ اپنا سرمایہ اسلام کی خدمت کی نذر کر دیا۔ یہ حضرات مہاجرین و انصار میں سے سابقین اولین ہیں، ان کے مراتب کا کیا پوچھنا۔

دوسرے وہ کہ بعد فتح مکہ ایمان لائے، راہِ مولا میں خرچ کیا اور جہاد میں حصہ لیا۔ ان اہل ایمان نے اس اخلاص کا ثبوت جہاد مالی و قتالی سے دیا، جب اسلامی سلطنت کی جڑ مضبوط ہو چکی تھی اور مسلمان کثرتِ تعداد اور جاہ و مال ہر لحاظ سے بڑھ چکے تھے، اجر ان کا بھی عظیم ہے لیکن ظاہر ہے کہ ان سابقین اولوں والوں کے درجہ کا نہیں۔

اسی لیے قرآن عظیم نے ان پہلوں کو ان پچھلوں پر تفصیل دی۔

اور پھر فرمایا: "كَلَّا وَعَدَنَا اللَّهُ الْحُسْنَىٰ"۔<sup>۲</sup>

ان سب سے اللہ تعالیٰ نے بھلائی کا وعدہ فرمایا۔

کہ اپنے اپنے مرتبے کے لحاظ سے اجر ملے گا سب ہی کو، محروم کوئی نہ رہے گا۔

اور جن سے بھلائی کا وعدہ کیا ان کے حق میں فرماتا ہے:

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱۰/۵۷

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۰/۵۷

"أُولَٰئِكَ عَنْهَا مُبْعَدُونَ" <sup>۱</sup>۔

وہ جہنم سے دُور رکھے گئے ہیں۔

"لَا يَسْمَعُونَ حَسِيسَهَا" <sup>۲</sup> وہ جہنم کی بھٹک تک نہ سُنیں گے۔

"وَهُمْ فِي مَا شَتَّتْ أَنْفُسُهُمْ خَالِدُونَ" <sup>۳</sup>۔ وہ ہمیشہ اپنی من مانتی جی بھاتی مرادوں میں رہیں گے۔

"لَا يَخْرُجُ عَنْهَا الْقَرْعُ إِلَّا كَبِيرٌ" <sup>۴</sup>۔ قیامت کی وہ سب سے بڑی گھبراہٹ انہیں غمگین نہ کرے گی۔

"تَتَلَقَّوهُمْ الْمَلٰٓئِكَةُ" <sup>۵</sup>۔ فرشتے ان کا استقبال کریں گے۔

"هٰذَا يَوْمُكُمْ الَّذِي كُنْتُمْ تُوعَدُونَ" <sup>۶</sup>۔ یہ کہتے ہوئے کہ یہ ہے تمہارا وہ دن جس کا تم سے وعدہ تھا۔

رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ہر صحابی کی یہ شان اللہ عزوجل بتاتا ہے تو جو کسی صحابی پر طعن کرے اللہ واحد قہار کو جھٹلاتا ہے۔

اور ان کے بعض معاملات جن میں اکثر حکایات کا ذبہ ہیں ارشاد الہی کے مقابل پیش کرنا اہل اسلام کا کام نہیں۔

رب عزوجل نے اسی آیت حدید میں اس کامنہ بھی بند کر دیا کہ دونوں فریق صحابہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے بھلائی کا وعدہ کر کے ساتھ ہی ارشاد فرمادیا۔

"وَاللّٰهُ يَهَاتُ الْعَمَلُونَ حَبِيرٌ" <sup>۶</sup>۔ اور اللہ کو خوب خبر ہے جو تم کرو گے۔

بایں ہمہ اس نے تمہارے اعمال جان کر حکم فرمادیا کہ وہ تم سب سے جنت بے عذاب و کرامات و

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱۰۱/۲۱

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۰۲/۲۱

<sup>۳</sup> القرآن الکریم ۱۰۲/۲۱

<sup>۴</sup> القرآن الکریم ۱۰۳/۲۱

<sup>۵</sup> القرآن الکریم ۱۰۳/۲۱

<sup>۶</sup> القرآن الکریم ۱۰/۵۷

ثواب بے حساب کا وعدہ فرما چکا ہے۔

ثواب دوسرے کو کیا حق رہا کہ ان کی کسی بات پر طعن کرے، کیا طعن کرنے والا، اللہ تعالیٰ سے جدا اپنی مستقل حکومت قائم کرنا چاہتا ہے، اس کے بعد جو کوئی کچھ بکے وہ اپنا سر کھائے اور خود جہنم میں جائے۔

علامہ شہاب الدین خفاجی، نسیم الریاض شرح شفاء قاضی عیاض میں فرماتے ہیں: جو حضرت معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر طعن کرے وہ جہنم کے کُتوں میں سے ایک کُتا ہے<sup>۱</sup>۔ (احکام شریعت وغیرہ)

متنبیہ ضروری: اہل سنت کا یہ عقیدہ کہ و نکف عن ذکر الصحابة الابخیذ<sup>۲</sup>۔

یعنی صحابہ کرام کا جب بھی ذکر ہو تو خیر ہی کے ساتھ ہونا فرض ہے، انہیں صحابہ کرام کے حق میں جو ایمان و سنت و اسلام حقیقی پر تادم مرگ ثابت قدم رہے اور صحابہ کرام جمہور کے خلاف، اسلامی تعلیمات کے مقابل، اپنی خواہشات کے اتباع میں کوئی نئی راہ نہ نکالی اور وہ بد نصیب کہ اس سعادت سے محروم ہو کر اپنی دکان الگ جما بیٹھے اور اہل حق کے مقابل، قتال پر آمادہ ہو گئے۔ وہ ہر گز اس کا مصداق نہیں اس لیے علماء کرام فرماتے ہیں کہ جنگ جمل و صفین میں جو مسلمان ایک دوسرے کے مقابل آئے ان کا حکم خطائے اجتہادی کا ہے، لیکن اہل نہروان جو مولا علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم کی تکفیر کر کے بغاوت پر آمادہ ہوئے وہ یقیناً فساق، فجار، طاغی و باغی تھے اور ایک نئے فرقہ کے ساعی و ساتھی جو خوارج کے نام سے موسوم ہو اور اُمت میں نئے فتنے اب تک اسی کے دم سے پھیل رہے ہیں۔ (سراج العوارف وغیرہ)

#### عقیدہ سادسہ<sup>۶</sup> عشرہ مبشرہ و خلفائے اربعہ

اب ان سب میں افضل و اعلیٰ و اکمل حضرات عشرہ مبشرہ ہیں، وہ دس صحابی جن کے قطعی جنتی ہونے کی بشارت و خوشخبری رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ان کی زندگی ہی میں سنائی تھی وہ عشرہ مبشرہ کہلاتے ہیں۔ یعنی حضرات خلفائے (۴۳۱) اربعہ راشدین، حضرت طلحہ بن عبید اللہ، حضرت زبیر بن العوام،

<sup>۱</sup> نسیم الریاض الباب الثالث مرکز اہلسنت برکات رضا گجرات الہند ۳۳۰/۳

<sup>۲</sup> شرح عقائد النسفی در الاشاعة العربیہ قندھار افغانستان ص ۱۱۶

حضرت عبدالرحمن بن عوف، حضرت سعد بن ابی وقاص، حضرت سعید بن زید، حضرت ابو عبیدہ بن الجراح۔

سے دہ یار بہشتی اند قطعی بو بکر و عمر، عثمان و علی

سعد ست سعید و ابو عبیدہ طلحہ ست وزیر و عبدالرحمن

اور ان میں خلفائے اربعہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین اور ان چار ارکان قصر مملت (ملت اسلامیہ کے عالی شان محل کے چار ستونوں) و چار انہار باغ شریعت (اور گلستان شریعت کی ان چار نہروں) کے خصائص و فضائل، کچھ ایسے رنگ پر واقع ہیں کہ ان میں سے جس کسی کی فضیلت پر تنہا نظر کیجئے یہی معلوم (و متبادر و مفہوم) ہوتا ہے کہ جو کچھ ہیں یہی ہیں ان سے بڑھ کر کون ہوگا۔

بہر گلے کہ ازیں چار باغ می نگریم بہار دامن دل می کشد کہ جالینجا ست

(ان چار باغوں میں سے جس پھول کو میں دیکھتا ہوں تو بہار میرے دل کے دامن کو کھینچتی ہے کہ اصل جگہ تو یہی ہے۔)

علی الخصوص شمع شبستان ولایت، بہار چمنستان معرفت، امام الواصلین، سید العارفین (واصلان حق کے امام، اہل معرفت کے پیش رو) خاتم خلافت نبوت، فاتح سلاسل طریقت، مولیٰ المسلمین، امیر المومنین ابوالائمۃ الطاہرین (پاک طینت، پاکیزہ خصلت، اماموں کے جد امجد طاہر مطہر، قاسم کوثر، اسد اللہ الغالب، مظہر العجائب والغرائب، مطلوب کل طالب، سیدنا و مولانا علی بن طالب کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الکریم و حشرنا فی زمرتہ فی یوم عقیم کہ اس جناب گردوں قباب (جن کے قبہ کی کلس آسمان برابر ہے ان) کے مناقب جلیلہ (اوصاف حمیدہ) و محامد جلیلہ (خصائل حسنہ) جس کثرت و شہرت کے ساتھ (کثیر و مشہور، زبان زد عام و خواص) ہیں دوسرے کے نہیں۔

(پھر) حضرات شیخین، صاحبین صہرین (کہ ان کی صاحبزادیاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے شرف زوجیت سے مشرف ہوئیں اور امہات المومنین، مسلمانوں ایمان والوں کی مائیں کلائیں) وزیرین (جیسا کہ حدیث شریف میں وارد کہ میرے دو وزیر آسمان پر ہیں جبرائیل و میکائیل اور دو وزیر زمین پر ہیں ابو بکر و عمر<sup>1</sup> رضی اللہ تعالیٰ عنہما) امیرین (کہ ہر دو امیر المومنین ہیں) مشیرین (دونوں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی مجلس شوریٰ کے رکن اعظم) ضحیحین (ہم خواجہ اور دونوں اپنے آقا و مولیٰ کے پہلو پہ پہلو آج بھی مصروف استراحت) رفیقین (ایک دوسرے کے یار و نغمسار) سیدنا و مولنا عبد اللہ العتیق

<sup>1</sup> کنز العمال حدیث ۳۲۶۶۱ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/ ۵۶۳



ابوبکر صدیق و جناب حق مآب ابو حفص عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی شان والاسب کی شانوں سے جدا ہے اور ان پر سب سے زیادہ عنایت خدا اور رسول خدا جل جلالہ و صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے بعد انبیاء و مرسلین و ملائکہ مقررین کے جو مرتبہ ان کا خدا کے نزدیک ہے دوسرے کا نہیں اور رب تبارک و تعالیٰ سے جو قرب و نزدیکی اور بارگاہ عرش اشتباہ رسالت میں جو عزت و سر بلندی ان کا حصہ ہے اوروں کا نصیب نہیں، اور منازل جنت و مواہب۔ بے منت (عد) میں انہیں کے درجات سب پر عالی فضائل و فواضل (فضیلتوں اور خصوصی بخششوں) و حسنات طیبات (نیکیوں اور پاکیزگیوں) میں انہیں کو تقدم و پیشی (یہی سب پر مقدم۔ یہی پیش پیش ہمارے علماء و ائمہ نے اس (باب) میں مستقل تصنیفیں فرما کر سعادت کونین و شرافت دارین حاصل کی) ان کے خصائل تحریر میں لائے، ان کے محاسن کا ذکر فرمایا، ان کے اولیات و خصوصیات گنائے (ورنہ غیر متناہی) (جو ہماری فہم و فراست کی رسائی سے ماورا ہو۔ اس) کا شمار کس کے اختیار واللہ العظیم اگر ہزاروں دفتران کے شرح فضائل (اور بسط فواضل) میں لکھے جائیں یکے از ہزار تحریر میں نہ آئیں۔

و علی تغنن واصفیہ بحسنہ یغنی الزمان وفیہ مالم یوصف

(اور اس کے حسن کی تعریف کرنے والوں کی عمدہ بیانی کی بنیاد پر زمانہ غنی ہو گیا اور اس میں ایسی خوبیاں ہیں جنہیں بیان نہیں کیا جاسکتا) مگر کثرت فضائل و شہرت فواضل (کثیر در کثیر فضیلتوں کا موجود اور پاکیزہ، و برتر عزتوں و مرحمتوں کا مشہور ہونا) چیزے دیگر (اور بات ہے) اور فضیلت و کرامات (سب سے افضل اور بارگاہ عزت میں سب سے زیادہ قریب ہونا) (امرے آخر) ایک اور بات ہے اس سے جدا و ممتاز) فضل اللہ تعالیٰ کے ہاتھ ہے جسے چاہے عطا فرمائے۔

"قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَن يَّشَاءُ" <sup>۱</sup>

اس کی کتاب کریم اور اس کا رسول عظیم علیہ و علی آلہ الصلوٰۃ والتسلیم علی الاعلان گواہی دے رہے ہیں۔ حضرت امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنے والد ماجد مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم سے روایت کرتے ہیں:

عد: مطبوعہ رسالہ میں وزاب بے منت مطبوع ہے اور حاشیہ پر تحریر کہ اصل میں ایسا ہے، فقیر نے اسے مواہب لکھاجب کہ منازل کا ہم قافیہ ہے منابل یعنی چشمے اور انسب یہی ہے ۱۲ محمد خلیل۔

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۳ / ۷۳

کہ وہ فرماتے ہیں: کنت عند النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم فأقبل أبو بکر وعمر فقال یا علی هذا ان سبیدا کھول اهل الجنة وشبابها بعد النبیین والمرسلین<sup>1</sup>۔ (رواہ الترمذی، وابن ماجہ وعبد اللہ بن الامام احمد) میں خدمت اقدس حضور افضل الانبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر تھا کہ ابو بکر و عمر سامنے آئے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ علی! یہ دونوں سردار ہیں اہل جنت کے سب بوڑھوں اور جوانوں کے، بعد انبیاء و مرسلین کے۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے راوی، حضور کا ارشاد ہے: ابو بکر و عمر خیر الاولین والآخرین وخیر اهل السموات وخیر اهل الارضین الا النبیین والمرسلین<sup>2</sup>۔ (رواہ الحاکم فی الکئی و ابن عدی و خطیب)

ابو بکر و عمر بہتر ہیں سب اگلوں پچھلوں کے، اور بہتر ہیں سب آسمان والوں سے اور بہتر ہیں سب زمین والوں سے، سوا انبیاء و مرسلین علیہم الصلوٰۃ والسلام کے۔ خود حضرت مولیٰ علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ نے بار بار اپنی کرسی مملکت و سطوت (و دبہ) خلافت میں افضلیت مطلقہ شیخین کی تصریح فرمائی (اور صاف صاف واشکاف الفاظ میں بیان فرمایا کہ یہ دونوں حضرات علی الاطلاق بلا قید جہت و حیثیت تمام صحابہ کرام سے افضل ہیں) اور یہ ارشاد ان سے بتواتر ثابت ہوا کہ اسی سے زیادہ صحابہ و تابعین نے اسے روایت کیا۔ اور فی الواقع اس مسئلہ (افضلیت شیخ کریمین) کو جیسا حق مآب مرتضوی نے صاف صاف واشکاف بہ کرات و مرات (بار بار موقع بہ موقع اپنی) جلوات و خلوات (عمومی محفلوں، خصوصی نشستوں) و مشاہد عامہ و مساجد جامعہ (عامۃ الناس کی

<sup>1</sup> مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۸۰/۱، جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب ابی بکر الصدیق

حدیث ۳۶۸۵ دار الفکر بیروت ۵/۳۷، سنن ابن ماجہ فضل ابی بکر الصدیق ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۰

<sup>2</sup> کنز العمال بحوالہ الحاکم فی الکئی حدیث ۳۲۲۴۵ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/۵۶۰، الصواعق المحرقة بحوالہ الحاکم و ابن عدی و

الخطیب الباب الثالث الفصل الثالث دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۱۱۹

مجلسوں اور جامع مسجدوں) میں ارشاد فرمایا دوسروں سے واقع نہیں ہوا۔  
(ازاں جملہ وہ ارشاد گرامی کہ) امام بخاری رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ، حضرت محمد بن حنفیہ صاحبزادہ جناب امیر المومنین علی رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے راوی:

قال قلت لابی ایّ الناس خیر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم؟ قال ابو بکر قال قلت ثم من؟ قال عمر<sup>1</sup>۔  
یعنی میں نے اپنے والد ماجد امیر المومنین مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ سے عرض کیا کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد سب آدمیوں سے بہتر کون ہیں؟ ارشاد فرمایا: ابو بکر میں نے عرض کیا پھر کون؟ فرمایا عمر۔  
ابو عمر بن عبد اللہ، حکم بن حجل سے اور دارقطنی اپنی سنن میں راوی، جناب امیر المومنین علی کرم اللہ وجہہ تعالیٰ فرماتے ہیں:  
لا اجد احداً افضلنی علی ابی بکر وعمر الا جلدته حد المفتوی<sup>2</sup>۔

جسے میں پاؤں گا کہ شیخین (حضرت ابو بکر و عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما) سے مجھے افضل بتاتا (اور مجھے ان میں سے کسی پر فضیلت دیتا) ہے اسے مفتوی (افتراء و بہتان لگانے والے) کی حد ماروں گا کہ اسی کوڑے ہیں۔  
ابو القاسم طحی کتاب السنۃ میں جناب علقمہ سے راوی: بلغ علیاً ان اقواماً یفضّلونہ علی ابی بکر وعمر فصعد المنبر فحمد اللہ واثنی علیہ ثم قال ایہا الناس! انہ بلغنی ان اقواماً یفضّلونی علی ابی بکر وعمر ولو کنت تقدّمت فیہ لعاقبت فیہ فمن سمعته بعد هذا اليوم یقول هذا فهو مفتوی، علیہ حد المفتوی، ثم قال ان خیر لہذہ الامۃ بعد نبیہا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابو بکر ثم عمر ثم اللہ اعلم بالخیر بعدہ قال وفي المجلس الحسن بن علی فقال واللہ لو سئى الثالث لسئى عثمان<sup>3</sup>۔ یعنی جناب مولیٰ علی کو خبر پہنچی کہ لوگ انہیں حضرات شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر تفضیل دیتے (اور حضرت مولیٰ کو ان سے افضل بتاتے) ہیں۔ پس منبر پر تشریف لے گئے اور اللہ تعالیٰ کی حمد و ثناء کی، پھر فرمایا اے لوگو! مجھے خبر پہنچی کہ کچھ لوگ مجھے ابو بکر و عمر سے افضل بتاتے ہیں اور اگر میں نے پہلے سے

<sup>1</sup> صحیح البخاری مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم باب فضل ابی بکر بعد النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ

کراچی ۱/ ۵۱۸

<sup>2</sup> الصواعق المحرقة بحوالہ الدارقطنی الباب الثالث دارالکتب العلمیۃ بیروت ص ۹۱

<sup>3</sup> ازالة الخفاء عن خلافة الخلفاء بحوالہ ابی القاسم مسند علی بن ابی طالب سہیل اکیڈمی ۱/ ۶۸

سُنا ہوتا تو اس میں سزا دینا یعنی پہلی بار تفہیم (وتنبیہ) پر قناعت فرماتا ہوں پس اس دن کے بعد جسے ایسا کہتے سنوں گا تو وہ مفتری (بہتان باندھنے والا) ہے اس پر مفتری کی حد لازم ہے، پھر فرمایا بے شک بہتر اس امت کے بعد ان نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ابو بکر ہیں پھر عمر، پھر خدا، خوب جانتا ہے بہتر کو ان کے بعد، اور مجلس میں امام حسن (رضی اللہ عنہ) بھی جلوہ فرما تھے انہوں نے ارشاد کیا خدا کی قسم اگر تیسرے کا نام لیتے تو عثمان کا نام لیتے۔

بالجملہ احادیث مرفوعہ و اقوال حضرت مرتضوی و اہلبیت نبوت اس بارے میں لا تعداد و لا تحصى (بے شمار و لا انتہا) ہیں کہ بعض کی تفسیر فقیر نے اپنے رسالہ تفضیل عہ میں کی۔ اب اہل سنت (کے علمائے ذوی الاحترام) نے ان احادیث و آثار میں جو نگاہ غور کو کام فرمایا تو تفضیل شیخین کی صد ہا تصریحیں (سیکڑوں صراحتیں) علی الاطلاق پائیں کہیں جہت و حیثیت کی قید نہ دیکھی کہ یہ صرف فلاں حیثیت سے افضل ہیں اور دوسری حیثیت سے دوسروں کو فضیلت (حاصل ہے) لہذا انہوں نے عقیدہ کر لیا کہ گو فضائل خاصہ و خصائص فاضلہ (مخصوص فضیلتیں اور فضیلت میں خصوصیتیں) حضرت مولیٰ (علی مشکل کشا کرم اللہ تعالیٰ وجہہ) اور ان کے غیر کو بھی ایسے حاصل (اور بے طائے الہی وہ ان خصوصیات کے تنہا حامل) جو حضرات شیخین (کریمین جلیلین) نے نہ پائے جیسے کہ اس کا عکس بھی صادق ہے (کہ امیرین و وزیرین کو وہ خصائص عالیہ اور فضائل عالیہ، بارگاہ الہی سے مرحمت ہوئے کہ ان کے غیر نے اس سے کوئی حصہ نہ پایا) مگر فضل مطلق کُلّی (کسی جہت و حیثیت کا لحاظ کیے بغیر فضیلت مطلقہ کُلّیہ) جو کثرتِ ثواب و زیادتِ قُربِ ربّ الارباب سے عبارت ہے وہ انہیں کو عطا ہوا (اور ان کے نصیب میں نہ آیا) (یعنی اللہ عز و جل کے یہاں زیادہ عزت و منزلت جسے کثرتِ ثواب سے بھی تعبیر کرتے ہیں وہ صرف حضرات شیخین نے پائی۔ اس سے مراد اجر و انعام کی کثرت و زیادت نہیں کہ بارہا مفضول کے لیے ہوتی ہے۔

حدیث میں ہمراہیانِ سیدنا امام مہدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت آیا کہ ان میں سے ہر ایک کے لیے پچاس کا اجر ہے۔ صحابہ نے عرض کیا ان میں سے پچاس کا یا ہم میں سے؟ فرمایا بلکہ تم میں سے تو اجر

عہ: اعلیٰ حضرت قدس سرہ العزیز نے مسئلہ تفضیل شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما پر نوے<sup>۹۰</sup> جز کے قریب ایک کتاب مسمّی بہ منتہی التفصیل لبیحت التفضیل لکھی پھر مطلع القبرین فی ابانۃ سبقة العبرین میں اس کی تلخیص کی، غابا اس ارشاد گرامی میں اشارہ اسی کی طرف ہے، واللہ تعالیٰ اعلم۔ محمد خلیل القادری عفی عنہ

ان کا زائد ہوا۔ انعام و معاوضہ محنت انہیں زیادہ ملا مگر افضلیت میں وہ صحابہ کے ہمسر بھی نہیں ہو سکتے، زیادت درکنار، کہاں امام مہدی کی رفاقت اور کہاں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی صحابیت، اس کی نظیر بلا تشبیہ یوں سمجھئے کہ سلطان نے کسی مہم پر وزیر اور بعض دیگر افسروں کو بھیجا، اس کی فتح پر ہر افسر کو لاکھ لاکھ روپے انعام دیئے اور وزیر کو خالی پروانہ خوشنودی مزاج دیا تو انعام انہیں افسروں کو زیادہ ملا اور اجر و معاوضہ انہوں نے زیادہ پایا مگر کہاں وہ اور کہاں وزیر اعظم کا اعزاز (بہار شریعت) اور (یہ اہل سنت و جماعت کا وہ عقیدہ ثابتہ محکمہ ہے کہ) اس عقیدہ کا خلاف اول تو کسی حدیث صحیح میں ہے ہی نہیں اور اگر بالفرض کہیں ہوئے خلاف پائے بھی تو سمجھ لے کہ یہ ہماری فہم کا قصور ہے (اور ہماری کوتاہ فہمی) ورنہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور خود حضرت مولیٰ (علی) و البیت کرام (صاحب البیت اداری بمانیہ کے مصداق، اسرار خانہ سے مقابلہ واقف تر) کیوں بلا تفسید (کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) انہیں افضل و خیر امت و سردار اولین و آخرین بتاتے، کیا آیہ کریمہ فقل "فَقُلْ تَعَالَوْا اَدْعُ اٰبْنَاءَ اٰبْنَاءِ كُمْ وَاٰبْنَاءَ نِسَاءِ كُمْ وَاَنْفُسَكُمْ اَنْفُسَكُمْ ثُمَّ بَنِيْهُمْ فَنَجْعَلُ لَّعْنَتِ اللّٰهِ عَلٰى اَكْثَرِ بَيْنٍ ۝۱۱" <sup>1</sup>۔ (تو ان سے فرمادو کہ آؤ ہم بلائیں اپنے بیٹے اور تمہارے بیٹے اور اپنی عورتیں اور تمہارے عورتیں اور اپنی جانیں اور تمہاری جانیں پھر مباہلہ کریں تو جھوٹوں پر اللہ کی لعنت ڈالیں) و حدیث صحیح من کنت مولاہ فعلى مولاہ <sup>2</sup>۔ (جس کا میں مولا ہوں تو علی بھی اس کا مولا ہے) اور خبر شدید الضعف وقوی الجرح (نہایت درجہ ضعیف و قابل شدید جرح و تعدیل) لحبك لحى ودمك دمی۔ <sup>3</sup> (تمہارا گوشت میرا گوشت اور تمہارا خون میرا خون ہے)

<sup>1</sup> القرآن الکریم ۳۱/۳

<sup>2</sup> جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب علی رضی اللہ عنہ میں کمپنی دہلی ۲/۱۳۲، مسند احمد بن حنبل عن علی رضی اللہ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۱/۸۴، ۱۱۸، ۱۱۹، ۱۵۲، سنن ابن ماجہ فضل علی بن ابی طالب رضی اللہ عنہ ایچ ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۲، المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة من کنت مولاہ فعلى مولاہ دار الفکر بیروت ۳/۱۱۰، المعجم الکبیر حدیث ۲۰۳۹ المکتبة الفیصلیة بیروت ۳/۱۸۹، کنز العمال حدیث ۳۲۹۰۴، ۳۲۹۰۵، ۳۲۹۵۱، ۳۲۹۵۱، مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/۲۰۲، ۲۰۹، ۲۱۰

<sup>3</sup> کنز العمال حدیث ۳۲۹۳۶ مؤسسة الرسالہ بیروت ۱۱/۲۰۷

بر تقدیر ثبوت (بشرطیکہ ثابت و صحیح مان لی جائے) وغیر ذلک (احادیث و اخبار) سے انہیں آگاہی نہ تھی۔ (ہوش و حواس، علم و شعور اور فہم و فراست میں یگانہ روزگار ہوتے ہوئے ان اسرارِ درون خانہ سے بیگانہ رہے اور اسی بیگانگی میں عمریں گزار دیں) یا (انہیں آگاہی اور ان اسرار پر اطلاع) تھی تو وہ (ان واضح الدلالتہ الفاظ) کا مطلب نہ سمجھے (اور غیرت و شرم کے باعث اور کسی سے پوچھ نہ سکے)۔ یا سمجھے۔ (حقیقت حال سے آگاہ ہوئے) اور اس میں تفضیل شیخین کا خلاف پایا (مگر خاموش رہے اور جمہور صحابہ کرام کے برخلاف عقیدہ رکھنا زبان پر اس کا خلاف نہ آنے دیا اور حالانکہ یہ ان کی پاک جنابوں میں گستاخی اور ان پر تفتیہ ملعونہ کی تہمت تراشی ہے) تو اب ہم (کیونکر خلاف سمجھ لیں) کسے کہہ دیں کہ ان کے دل میں خلاف تھا زبان سے اقرار) اور تصریحات بینہ و قاطع الدلالتہ (روشن صراحتوں قطعی دلائلوں) وغیرہ محتملہ الخلاف کو (جن میں کسی خلاف کا احتمال نہیں کوئی ہیر پھیر نہیں) کیسے پس پشت ڈال دیں الحمد للہ رب العلمین کہ حق تبارک و تعالیٰ نے فقیر حقیر کو یہ ایسا جواب شافی تعلیم فرمایا کہ منصف (انصاف پسند ذی ہوش) کے لیے اس میں کفایت (اور یہ جواب اس کی صحیح رہنمائی و ہدایت کے لیے کافی) اور متعصب کو (کہ آتش غلو میں سُلگتا اور ضد و نفسانیت کی راہ چلتا ہے) اس میں غیظ بے نہایت ("قُلْ هُوَ تَوَّابٌ عَظِيمٌ" <sup>۱</sup>) انہیں آتش غضب میں جلانا مبارک) (ہم مسلمانانِ اہلسنت کے نزدیک، حضرت مولیٰ کی ماننا) یہی محبت علی مرتضیٰ ہے اور اس کا بھی (یہی تقاضا) یہی مقتضی ہے کہ محبوب کی اطاعت کیجئے اور اس کے غضب اور اسی کروڑوں کے استحقاق سے بچجئے (والعیاذ باللہ)

اللہ! اللہ وہ امام الصدیقین، اکمل اولیاء العارفین سیدنا صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جس نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و محبت کو حفظ جان پر مقدم رکھا حالانکہ جان کا رکھنا سب سے زیادہ اہم فرض ہے۔ اگر بوجہ ظلم عدو مکابر وغیرہ نماز پڑھنے میں معاذ اللہ ہلاک جان کا یقین ہو تو اس وقت ترک نماز کی اجازت ہوگی۔

یہی تعظیم و محبت و جاں نثاری و پروانہ داری شمع رسالت علیہ الصلوٰۃ والتحیۃ ہے جس نے صدیق اکبر کو بعد انبیاء و مرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین تمام جہان پر تفوق بخشا اور ان کے بعد تمام عالم، تمام خلق، تمام اولیاء تمام عرفاء سے افضل و اکرم و اکمل و اعظم کر دیا۔

وہ صدیق جس کی نسبت حدیث میں آیا کہ ابو بکر کو کثرتِ صوم و صلوٰۃ کی وجہ سے تم پر فضیلت نہ ہوئی

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱۱۹/۳



بلکہ اس سر کے سبب جو اس کے دل میں راسخ و متمکن ہے<sup>۱</sup>۔

وہ صدیق جس کی نسبت ارشاد ہوا اگر ابو بکر کا ایمان میری تمام اُمت کے ایمان کے ساتھ وزن کیا جائے تو ابو بکر کا ایمان غالب آئے<sup>۲</sup>۔

وہ صدیق کہ خود اُن کے مولائے اکرم و آقائے اعظم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا کسی کا ہمارے ساتھ کوئی ایسا سلوک نہیں ہے جس کا ہم نے عوض نہ کر دیا ہو سو ابو بکر کے، کہ ان کا ہمارے ساتھ وہ حسن سلوک ہے جس کا بدلہ اللہ تعالیٰ انہیں روز قیامت دے گا<sup>۳</sup>۔

وہ صدیق جس کی افضلیت مطلقہ پر قرآن کریم کی شہادت ناطقہ ہے کہ فرمایا: "إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللَّهِ أَتْقَىٰ"۔<sup>۴</sup> تم میں سب سے زیادہ عزت والا اللہ کے حضور وہ ہے جو تم سب میں اتقی ہے۔

اور دوسری آیت کریمہ میں صاف فرمادیا۔ "وَسَيُجَنَّبُكَ الْأَتَقِيُّ"۔<sup>۵</sup> قریب ہے کہ جہنم سے بچایا جائے گا وہ اتقی۔ بشادتِ اولیٰ ان آیات کریمہ سے وہی مراد ہے جو افضل و اکرم امتِ مرحومہ ہے، اور وہ نہیں مگر اہل سنت کے نزدیک صدیق اکبر، اور تفضیلیہ و روافض کے نزدیک یہاں امیر المومنین مولیٰ علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ۔ مگر اللہ عز و جل کے لیے حمد کہ اس نے کسی کی تبلیہ و تدلیس اور حق و باطل میں آمیزش و آویزش کو جگہ نہ چھوڑی، آیت کریمہ نے ایسے وصفِ خاص سے اتقی کی تعیین فرمادی جو حضرت صدیق اکبر کے سوا کسی پر صادق آہی نہیں سکتا۔ فرماتا ہے: "وَمَا لَاحِدٍ عِنْدَكَ مِنْ نِعْمَةٍ يُنْفِرُ"۔<sup>۶</sup> اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے۔

<sup>۱</sup> کشف الخفاء حدیث ۲۲۲۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۲۷۰

<sup>۲</sup> تاریخ الخلفاء فصل فیہا ورد من کلام الصحابة الخ دار صادر بیروت ص ۸، شعب الایمان حدیث ۳۶ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/ ۶۹

<sup>۳</sup> جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲۰۷/ ۲۰۷

<sup>۴</sup> القرآن الکریم ۱۳/ ۳۹

<sup>۵</sup> القرآن الکریم ۱۷/ ۹۲

<sup>۶</sup> القرآن الکریم ۱۹/ ۹۲

اور دنیا جانتی مانتی ہے کہ وہ صرف صدیق اکبر ہی ہیں جن کی طرف سے ہمیشہ بندگی و غلامی و خدمت و نیاز مندی اور مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی طرف سے براہ بندہ نوازی قبول و پذیرائی کا برتاؤ رہا یہاں تک کہ خود ارشاد فرمایا کہ: بے شک تمام آدمیوں میں اپنی جان و مال سے کسی نے ایسا سلوک نہیں کیا جیسا ابوبکر نے کیا<sup>۱</sup>۔

جب کہ مولیٰ علی نے مولائے کل، سید الرسل صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے کنارِ اقدس میں پرورش پائی، حضور کی گود میں ہوش سنبھالا، اور جو کچھ پایا بظاہر حالات یہیں سے پایا، تو آیہ کریمہ "وَمَالًا حَسَنًا عِنْدَ كَاهِنٍ يُعْتَمَدُ" ﴿۱۰﴾<sup>۲</sup>۔ (اس پر کسی کا ایسا احسان نہیں جس کا بدلہ دیا جائے) سے مولا علی قطعاً مراد نہیں ہو سکتے بلکہ بالیقین صدیق اکبر ہی مقصود ہیں، اور اسی پر اجماع مفسرین موجود۔

وہ صدیق جنہیں حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرضیت حج کے بعد پہلے ہی سال میں امیر الحج مقرر فرمایا اور انہیں کو اپنے سامنے اپنے مرض المرت شریف میں اپنی جگہ امام مقرر فرمایا۔ حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ کارشاد ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد جب ہم نے غور کیا (تو اس نتیجہ پر پہنچے) کہ نماز تو اسلام کا رکن ہے اور اسی پر دین کا قیام ہے اس لیے ہم نے امور خلافت کی انجام دہی کے لیے بھی اس پر رضا مندی ظاہر کر دی، جسے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ہمارے دین کے لیے پسند فرمایا تھا، اور اسی لیے ہم نے ابوبکر کی بیعت کر لی<sup>۳</sup>۔

اور فاروق اعظم تو فاروق اعظم ہیں رضی اللہ تعالیٰ عنہ، وہ فاروق جن کے لیے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے دعائے گنگی کہ: اللّٰهُمَّ اعِزَّ الْاِسْلَامَ بِعِمْرَانَ بْنِ خَطَّابٍ خَاصَّةً<sup>۴</sup>۔ الی! اسلام کی خاص عمر بن خطاب کے اسلام سے عزتیں بڑھا۔ اس دعائے کریم کے باعث عمر فاروق اعظم کے ذریعہ سے جو جو عزتیں اسلام کو ملیں، جو جو بلائیں اسلام و مسلمین سے دفع ہوئیں مخالف موافق سب پر روشن و مبین، ولہذا سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ

<sup>۱</sup> جامع الترمذی ابواب المناقب باب مناقب ابی بکر الصدیق رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲۰۷/۲

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۹/۹۲

<sup>۳</sup> الصواعق المحرقة الباب الاول الفضل الرابع دار الکتب العلمیۃ بیروت ص ۴۳

<sup>۴</sup> سنن ابن ماجہ فضل عمر رضی اللہ عنہ (پیش ایم سعید کمپنی کراچی ص ۱۱، المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة دار الفکر بیروت ۸۳/۳

فرماتے ہیں کہ:

مَا زِلْنَا اعْزَاقًا مِنْ دَاوُدَ اسْلَمَ<sup>۱</sup>۔ (بخاری) ہم ہمیشہ معزز رہے جب سے عمر اسلام لائے۔  
وہ فاروق جن کے حق میں خاتم النبیین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ: اگر میرے بعد کوئی نبی ہوتا تو عمر ہوتا<sup>۲</sup>۔  
(رضی اللہ عنہ)  
یعنی آپ کی فطرت اتنی کاملہ تھی کہ اگر دروازہ نبوت بند نہ ہوتا تو محض فضل الہی سے وہ نبی ہو سکتے تھے کہ اپنی ذات کے اعتبار سے نبوت کا کوئی مستحق نہیں)  
وہ فاروق جن کے بارے میں ارشاد محبوب رب العالمین موجود کہ: عمر کہیں ہو حق اس کی رفاقت میں رہے گا<sup>۳</sup>۔  
وہ فاروق جن کے لیے صحابہ کرام کا اجماع کہ عمر علم کے نوحے لے گئے<sup>۴</sup>۔ جب کہ ابو بکر صدیق صحابہ میں سب سے زیادہ علم والے تھے۔

وہ فاروق کہ جس راہ سے وہ گزر جائیں شیاطین کے دل دہل جائیں<sup>۵</sup>۔  
وہ فاروق کہ جب وہ اسلام لائے ملائعہ اعلیٰ کے فرشتوں نے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وسلم کی بارگاہ میں تہنیت و مبارکبادیوں کی ڈالیاں نذرانے میں پیش کیں<sup>۶</sup>۔  
وہ فاروق کہ ان کے روزِ اسلام سے اسلام ہمیشہ عزتیں اور سر بلندیاں ہی پاتا گیا۔ ان کا اسلام فتح تھا ان کی ہجرت نصرت اور ان کی خلافت رحمت (رضی اللہ تعالیٰ عنہ)  
اور جب ثابت ہو گیا کہ قرب الہی (معرفت و کثرت ثواب میں) شیخین رضی اللہ تعالیٰ عنہما کو مزیت و

<sup>۱</sup> صحیح البخاری کتاب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۰

<sup>۲</sup> جامع الترمذی ابواب المناقب مناقب عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ امین کمپنی دہلی ۲۰۹/۲، المستدرک للحاکم کتاب معرفة الصحابة

دار الفکر بیروت ۳/ ۸۳

<sup>۳</sup> کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۵ و ۳۲۷۳۴ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۱/ ۵۷۷ و ۵۷۸

<sup>۴</sup> تاریخ الخلفاء ذکر عمر بن الخطاب فصل فی اقوال الصحابة فیہ دار ابن حزم بیروت ص ۹۸

<sup>۵</sup> صحیح البخاری مناقب عمر فاروق رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۵۲۰

<sup>۶</sup> کنز العمال حدیث ۳۲۷۳۸ مؤسسة الرسالة بیروت ۱۱/ ۵۷۷

تفوق (زیادت و فوقیت) ہے تو ولایت (خاصہ جو کہ ایک قُربِ خاص ہے کہ مولیٰ عزوجل اپنے برگزیدہ بندوں کو محض اپنے فضل و کرم سے عطا فرماتا ہے یہ) بھی انہیں کی اعلیٰ ہوئی (اور ولایت شیخین، جملہ اکابر اولیاء کی ولایت سے بالا) (ہاں) مگر ایک درجہ قُرب الہی جل جلالہ و رزقنا اللہ کا (ضروری الحاظ اور خصوصاً حضرات علماء و فضلاء اُمت کی توجہ کا مستحق ہے اور وہ یہ ہے کہ مرتبہ تکمیل پر حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے جانب کمالات نبوت حضرات شیخین کو قائم فرمایا، اور جانب کمالات ولایت حضرت مولا علی مشکل کشا کو تو جملہ اولیائے مابعد نے مولیٰ علی ہی کے گھر سے نعمت پائی، انہیں کے دستِ نگر تھے، انہیں کے دستِ نگر ہیں اور انہیں کے دستِ نگر رہیں گے)

پر ظاہر ہے کہ سیر الی اللہ میں تو سب اولیاء برابر ہوتے ہیں اور وہاں "لَا تُفَرِّقُ بَيْنَ أَحَدٍ مِنْ رُسُلِهِ" <sup>۱</sup>۔ (ہم اس کے کسی رسول پر ایمان لانے میں فرق نہیں کرتے) کی طرح لا نفرق بین احد من اولیاءہ (ہم اس کے دوستوں میں کوئی تفریق نہیں کرتے) کہا جاتا ہے (یعنی تمام اولیاء اللہ اصل طریق ولایت یعنی سیر الی اللہ میں برابر ہوتے ہیں۔ اور ایک دوسرے پر سبقت و فضیلت کا قول باعتبار سیر فی اللہ کیا جاتا ہے کہ جب سالک عالم لاہوت پر پہنچا۔ سیر و سلوک تمام ہوا، یعنی سیر الی اللہ سے فراغت کے بعد سیر فی اللہ ہوتی ہے اور اس کی نہایت وحد نہیں) جب (عالم لاہوت پر پہنچ کر) ماسوائے الہی آنکھوں سے گر گیا اور مرتبہ فنا تک پہنچ کر آگے قدم بڑھا تو وہ سیر فی اللہ ہے اس کے لیے انتہا نہیں اور یہیں تفاوت قُرب (بارگاہ الہی میں عزت و منزلت اور کثرتِ ثواب میں فرق) جلوہ گر ہوتا ہے جس کی سیر فی اللہ زائد وہی خدا سے زیادہ نزدیک، پھر بعض بڑھتے چلے جاتے ہیں (اور جذب الہی انہیں اپنی جانب کھینچتا رہتا ہے ان کی یہ سیر کبھی ختم نہیں ہوتی) اور بعض کو دعوتِ خلق (ورہنمائی مخلوق الہی) کے لیے منزل ناسوتی عطا فرماتے ہیں (جسے عالم شہادت و عالم خلق و عالم جسمانی وغیرہ بھی کہتے ہیں۔ اور اس منزل میں تعلق مع اللہ کے ساتھ ان میں خلأق سے علاقہ پیدا کر دیا جاتا ہے اور وہ خلق خدا کی ہدایت کی طرف بھی متوجہ رہتے ہیں) ان سے طریقہ خرقہ و بیعت کا رواج پاتا ہے اور سلسلہ طریقت جنبش میں آتا ہے مگر یہ معنی اسے مستلزم نہیں (اور اس سے یہ لازم نہیں آتا) ان کی سیر فی اللہ اگلوں سے بڑھ جائے۔ (اور یہ دعوتِ خلق ورہنمائی مخلوق کے باعث

<sup>۱</sup> القرآن الکَرِیم ۲/ ۲۸۵

بارگاہِ الہی میں ان سے سوا عزت و منزلت اور ثواب میں کثرت پا جائیں (ہاں یہ ایک فضل جداگانہ ہے کہ انہیں ملا اور دوسروں کو عطانہ ہوا تو یہ کیا؟ (اور اسی کی تخصیص کیسی؟) اس کے سوا صد ہا خصائص حضرت مولیٰ کو ایسے ملے کہ شیخین کو نہ ملے۔ مگر (بارگاہِ الہی میں) قرب و رفعت درجات میں انہیں کو افزونی رہی (انہیں کو عزت ملی اور انہیں کے قدم پیش پیش رہے) ورنہ کیا وجہ ہے کہ ارشاداتِ مذکورہ بالا میں انہیں ان سے افضل و بہتر کہا جاتا ہے (اور وہ بھی علی الاطلاق کسی جہت و حیثیت کی قید کے بغیر) اور ان (یعنی حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ کرم اللہ وجہہ الاسنی) کی افضلیت (اور ان کی ان حضرات پر تفضیل) کا بہ تاکید اکید (مؤکد در مؤکد) انکار کیا جاتا ہے حالانکہ ادنیٰ ولی، اعلیٰ ولی سے افضل نہیں ہو سکتا ہے، آخر دیکھئے حضرت امیر (مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم) کے خلفائے کرام میں حضرت سبط اصغر (سیدنا امام حسین) و جناب خواجہ حسن بصری کو تنزل ناسوتی ملا اور حضرت سبط اکبر (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کوئی سلسلہ جاری نہ ہوا حالانکہ قرب ولایت امام مجتبیٰ (سیدنا امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ) ولایت و قرب خواجہ (حسن بصری) سے بالیقین اتم و اعلیٰ (برتر و بالا) اور ظاہر احادیث سے سبط اصغر شہزادہ گلگلوں قبا (شہید کرب و بلا) پر بھی ان کا فضل ثابت رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

### عقیدہ سابعہ ۴ \_\_\_\_\_ مشاجرات صحابہ کرام

حضرت مرتضوی (امیر المومنین سیدنا علی المرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ) نے جنہوں نے مشاجرات و منازعات کیے۔ (اور اس حق مآب صائب الرائے کی رائے سے مختلف ہوئے، اور ان اختلافات کے باعث ان میں جو واقعات رونما ہوئے کہ ایک دوسرے کے مد مقابل آئے مثلاً جنگ جمل میں حضرت طلحہ و زبیر و صدیقہ عائشہ اور جنگ صفین میں حضرت امیر معاویہ بمقابلہ مولیٰ علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہم)

ہم اہلسنت ان میں حق، جانب جناب مولیٰ علی (مانتے) اور ان سب کو مورد لغزش، بر غلط و خطا اور حضرت اسد اللہی کو بدرجہا ان سے اکمل و اعلیٰ جانتے ہیں مگر بایں ہمہ بلحاظ احادیث مذکورہ (کہ ان حضرات کے مناقب و فضائل میں مروی ہیں) زبان طعن و شنیع ان دوسروں کے حق میں نہیں کھولتے اور انہیں ان کے مراتب پر جو ان کے لیے شرع میں ثابت ہوئے رکھتے ہیں، کسی کو کسی پر اپنی ہوائے نفس سے فضیلت نہیں دیتے۔ اور ان کے مشاجرات میں دخل اندازی کو حرام جانتے ہیں، اور ان کے اختلافات

کو ابو حنیفہ و شافعی جیسا اختلاف سمجھتے ہیں۔ تو ہم اہلسنت کے نزدیک ان میں سے کسی ادنیٰ صحابی پر بھی طعن جائز نہیں چہ جائیکہ اُمّ المؤمنین صدیقہ (عائشہ طیبہ طاہرہ) رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی جناب رفیع اور بارگاہِ وقیع) میں طعن کریں، حاش! یہ اللہ و رسول کی جناب میں گستاخی ہے۔ اللہ تعالیٰ ان کی تطہیر و بریت (پاکدامنی و عفت اور منافقین کی بہتان تراشی سے برائت) میں آیات نازل فرمائے اور ان پر تہمت دھرنے والوں کو و عیدیں "عَذَابٌ أَلِيمٌ" کی سنائے<sup>۱</sup>۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم انہیں اپنی سب ازواج مطہرات میں زیادہ چاہیں، جہاں منہ رکھ کر عائشہ صدیقہ پانی پئیں حضور اُسی جگہ اپنا لب اقدس رکھ کر وہیں سے پانی پئیں، یوں تو حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب ازواج (مطہرات، طہینات طاہرات) دنیا و آخرت میں حضور ہی کی پیماں ہیں مگر عائشہ سے محبت کا یہ عالم ہے کہ ان کے حق میں ارشاد ہوا کہ یہ حضور کی بی بی ہیں دنیا و آخرت میں حضرت خیر النساء یعنی فاطمہ زہرا رضی اللہ تعالیٰ عنہا کو حکم ہوا ہے کہ فاطمہ! تو مجھ سے محبت رکھتی ہے تو عائشہ سے بھی محبت رکھ کہ میں اسے چاہتا ہوں۔ (چنانچہ صحیح مسلم میں ہے کہ نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے سیدہ فاطمہ سے فرمایا)

أَيُّ بَنِيَّةٍ! أَلَسْتَ تَحِبِّينِ مَا أَحَبُّ؟ فَقَالَتْ بَلَىٰ قَالَ فَاحِبِّي هَذِهِ<sup>۲</sup>

پیاری بیٹی! جس سے میں محبت کرتا ہوں کیا تو اس سے محبت نہیں رکھتی؟ عرض کیا: بالکل یہی درست ہے (جسے آپ چاہیں میں ضرور اسے چاہوں گی) فرمایا تب تو بھی عائشہ سے محبت رکھا کر

سوال ہوا سب آدمیوں میں حضور کو کون محبوب ہیں؟ جواب عطا ہوا: عائشہ<sup>۳</sup>۔

نوٹ: بریلی شریف سے شائع ہونے والے رسالہ میں مذکور کہ یہاں اصل میں بہت بیاض ہے، درمیان میں کچھ نا تمام سطریں ہیں مناسبت مقام سے جو کچھ فہم قاصر میں آیا بنا دیا ۱۲۔ اس فقیر نے ان اضافوں کو اصل عبارت سے ملا کر قوسین میں محدود کر دیا ہے تاکہ اصل و اضافہ میں امتیاز رہے اور ناظرین کو اس کا مطالعہ سہل ہو۔ اس میں غلطی ہو تو فقیر کی جانب منسوب کیا جائے۔ (محمد خلیل عفی عنہ)

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱۹/۲۴

<sup>۲</sup> صحیح مسلم کتاب الفضائل فضائل عائشہ رضی اللہ عنہا قدیمی کتب خانہ ۲/۲۸۵

<sup>۳</sup> صحیح البخاری ابواب مناقب اصحاب النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قدیمی کتب خانہ ۱/۵۱۷، صحیح مسلم باب فضائل ابی بکر الصدیق

رضی اللہ عنہ قدیمی کتب خانہ ۲/۷۳، مسند احمد بن حنبل عن عمرو بن العاص المکتب الاسلامی بیروت ۲/۲۰۳



(وہ عائشہ صدیقہ بنت الصدیق، ام المومنین، جن کا محبوبہ رب العالمین ہونا آفتاب نیم روز سے روشن تر، وہ صدیقہ جن کی تصویر بہشتی حریر میں روح القدس خدمت اقدس سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں حاضر لائیں۔ وہ ام المومنین کہ جبریل امین بال فضل مبین انہیں سلام کریں اور ان کے کاشانہ عزت و طہارت میں بے اذن لیے حاضر نہ ہو سکیں، وہ صدیقہ کہ اللہ عزوجل وحی نہ بھیجے ان کے سوا کسی کے لحاف میں۔ وہ ام المومنین کہ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اگر سفر میں بے ان کے تشریف لے جائیں ان کی یاد میں واعرو سہا<sup>۱</sup>۔ فرمائیں۔

وہ صدیقہ کہ یوسف صدیق علیہ الصلوٰۃ والسلام کی براءت و پاکدامنی کی شہادت اہل زلیخا سے ایک بچہ ادا کرے بتول مریم کی تطہیر و عفت مآبی، روح اللہ کلمتہ اللہ فرمائیں، مگر ان کی براءت، پاک طینتی، پاک دامنی و طہارت کی گواہی میں قرآن کریم کی آیات کریمہ نزول فرمائیں۔ وہ ام المومنین کہ محبوب رب العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ان کے پانی پینے میں دیکھتے رہیں کہ کوزے میں کس جگہ لب مبارک رکھ کر پانی پیا ہے حضور پُر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنے لب ہائے مبارک و خدا پسند وہیں رکھ کر پانی نوش فرمائیں۔ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وعلیہا وعلیٰ ابیہا وبارک وسلم۔

آدمی اپنے دل پر ہاتھ رکھ کر دیکھے اگر کوئی اس کی ماں کی توہین کرے اس پر بہتان اٹھائے یا اسے بُرا بھلا کہے تو اس کا کیسا دشمن ہو جائے گا اس کی صورت دیکھ کر آنکھوں میں خون اُتر آئے گا، اور مسلمانوں کی مائیں یوں بے قدر ہوں کہ کلمہ پڑھ کر ان پر طعن کریں تہمت دھریں اور مسلمان کے مسلمان بنے رہیں۔ لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

اور زبیر وطلحہ ان سے بھی افضل کہ عشرہ مبشرہ سے ہیں۔ وہ (یعنی زبیر بن العوام) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے پھوپھی زاد بھائی اور حواری (جاں باز، معاون و مددگار) اور یہ (یعنی طلحہ) رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے چہرے انور کے لیے سپر، وقت جاں نثاری (جیسے ایک جاں نثار نڈر سپاہی و سرفروش محافظ) رہے امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ تو ان کا درجہ ان سب کے بعد ہے۔

اور حضرت مولیٰ علی (مر تضى کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسنی) کے مقام رفیع (مراتب بلند و بالا) و شانِ نبی (عظمت و منزلت محکم و اعلیٰ) تک تو ان سے وہ دور دراز منزلیں ہیں جن ہزاروں ہزار رہوار برق کردار (ایسے کشادہ فراخ قدم گھوڑے جیسے بجلی کا کوندا) صبار فقار (ہوا سے بات کرنے والے، تیز رو،

<sup>1</sup> مسند احمد بن حنبل عن عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا المکتب الاسلامی بیروت ۲۳۸/۶

تیز گام) تھک رہیں اور قطع (مسافت) نہ کر سکیں۔

مگر فضلِ صحبت (و شرفِ صحابیت و فضل) و شرفِ سعادتِ خدائی دین ہے۔ (جس سے مسلمان آنکھ بند نہیں کر سکتے تو ان پر لعن طعن یا ان کی توہین تنقیص کیسے گوارا رکھیں اور کیسے سمجھ لیں کہ مولیٰ علی کے مقابلے میں انہوں نے جو کچھ کیا بر بنائے نفسانیت تھا۔ صاحبِ ایمان مسلمان کے خواب و خیال میں بھی یہ بات نہیں آسکتی۔

ہاں ایک بات کہتے ہیں اور ایمان لگتی کہتے ہیں کہ ہم تو بحمد اللہ سرکارِ اہلبیت (کرام) کے غلامانِ خانِ زاد ہیں (اور موروثی خدمت گار، خدمت گزار) ہمیں (امیر) معاویہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہ) سے کیا رشتہ خدا نخواستہ ان کی حمایت بے جا کریں مگر ہاں اپنی سرکار کی طرفداری (اور امرِ حق میں ان کی حمایت و پاسداری) اور ان (حضرت امیر معاویہ) کا (خصوصاً) الزام بد گوئی (اور دریدہ دہنوں، بدزبانوں کی تہمتوں سے بری رکھنا منظور ہے کہ ہمارے شہزادہ اکبر حضرت سبط (اکبر، حسن) مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے حسبِ بشارت اپنے جدِ امجد سید المرسلین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد اختتامِ مدت (خلافت راشدہ) کہ منہاجِ نبوت پر تیس سال رہی اور سیدنا امام حسن مجتبیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے چھ ماہ مدتِ خلافت پر ختم ہوئی) عینِ معرکہ جنگ میں ایک فوج جرار کی ہمراہی کے باوجود ہتھیار رکھ دیے (بالقصد والا اختیار) اور ملک (اور امورِ مسلمین کا انتظام و انصرام) امیر معاویہ کو سپرد کر دیا (اور ان کے ہاتھ پر بیعت اطاعت فرمائی) اگر امیر معاویہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ العیاذ باللہ کافر یا فاسق تھے یا ظالم جابر تھے یا غاصب جابر تھے۔ (ظلم و جور پر کمر بستہ) تو الزام امام حسن پر آتا ہے کہ انہوں نے کاروبارِ مسلمین و انتظامِ شرع و دین باختیارِ خود (بلا جبر و اکراہ بلا ضرورت شرعیہ، باوجودِ مقدرت) ایسے شخص کو تفویض فرما دیا (اور اس کی تحویل میں دے دیا) اور خیر خواہی اسلام کو معاذ اللہ کام نہ فرمایا (اس سے ہاتھ اٹھالیا) اگر مدتِ خلافت ختم ہو چکی تھی اور آپ (خود) بادشاہت منظور نہیں فرماتے تھے (تو صحابہ حجاز میں کوئی اور قابلیتِ نظم و نسق دین نہ رکھتا تھا جو انہیں کو اختیار کیا۔ اور انہیں کے ہاتھ پر بیعت اطاعت کر لی) حاشا للہ بلکہ یہ بات خود رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک پہنچتی ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے اپنی پیش گوئی میں ان کے اس فعل کو پسند فرمایا اور ان کی سیادت کا نتیجہ ٹھہرایا کما فی صحیح البخاری (جیسا کہ صحیح بخاری میں ہے) صادق و مصدوق صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے امام حسن رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی نسبت فرمایا۔ ان ابنیٰ ہذا سید لعل اللہ ان یصلح بہ بین فتنین عظیمین من المسلمین<sup>۱</sup>۔

<sup>۱</sup> صحیح البخاری کتاب الصلح باب قول النبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم للحسن الخ و مناقب الحسن و الحسين قدیمی کتب خانہ کراچی

(میرا یہ بیٹا سید ہے، سیادت کا علمبردار) میں امید کرتا ہوں کہ اللہ عزوجل اس کے باعث دو بڑے گروہ اسلام میں صلح کرادے۔

آیہ کریمہ کا ارشاد ہے: "وَنَزَعْنَا مَا فِي صُدُورِهِمْ مِنْ غِلٍّ"<sup>۱</sup>۔

اور ہم نے ان کے سینوں میں سے کینے کھینچ لیے۔

جو دنیا میں ان کے درمیان تھے اور طبعیتوں میں جو کدورت و کشیدگی تھی اسے رفق و الفت سے بدل دیا اور ان میں آپس میں نہ باقی رہی مگر مودت و محبت۔

اور حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی کہ آپ نے فرمایا کہ ان شاء اللہ تعالیٰ میں اور عثمان اور طلحہ و زبیر ان میں سے ہیں جن کے حق میں اللہ تعالیٰ نے یہ ارشاد فرمایا کہ نزعنا الایۃ۔

حضرت مولیٰ علی کے اس ارشاد کے بعد بھی ان پر الزام دینا عقل و خرد سے جنگ ہے، مولیٰ علی سے جنگ ہے، اور خدا و رسول سے جنگ ہے۔ والعیاذ باللہ۔

جب کہ تاریخ کے اوراق شاہد عادل ہیں کہ حضرت زبیر کو جو نبی اپنی غلطی کا احساس ہوا انہوں نے فوراً جنگ سے کنارہ کشی کر لی۔ اور حضرت طلحہ کے متعلق بھی روایات میں آتا ہے کہ انہوں نے اپنے ایک مددگار کے ذریعے حضرت مولیٰ علی سے بیعت الطاعت کر لی تھی۔

اور تاریخ سے ان واقعات کو کون چھیل سکتا ہے کہ جنگ جمل ختم ہونے کے بعد حضرت مولیٰ علی مرتضیٰ نے حضرت عائشہ کے برادر معظم محمد بن ابی بکر کو حکم دیا کہ وہ جائیں اور دیکھیں کہ حضرت عائشہ کو خدا نخواستہ کوئی زخم و غیرہ تو نہیں پہنچا۔ بلکہ بعجلت تمام خود بھی تشریف لے گئے اور پوچھا۔ آپ کا مزاج کیسا ہے؟

انہوں نے جواب دیا الحمد للہ اچھی ہوں۔

مولیٰ علی رضی اللہ عنہ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ آپ کی بخشش فرمائے۔

حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا نے جواب دیا اور تمہاری بھی۔

پھر مقتولین کی تجہیز و تکفین سے فارغ ہو کر حضرت مولیٰ علی نے حضرت صدیقہ رضی اللہ عنہا کی واپسی کا انتظام کیا اور پورے اعزاز و اکرام کے ساتھ محمد بن ابی بکر کی نگرانی میں چالیس معزز عورتوں کے جھرمٹ میں ان کو

<sup>۱</sup> القرآن الکرم ۷/۴۳

جانب حجاز رخصت کیا۔ خود حضرت علی نے دور تک مشایعت کی، ہمراہ رہے، امام حسن میلوں تک ساتھ گئے۔ چلتے وقت حضرت صدیقہ نے مجمع میں اقرار فرمایا کہ مجھ کو علی سے نہ کسی قسم کی کدورت پہلے تھی اور نہ اب ہے۔ ہاں ساس، داماد (یا دیور، بھانج) میں کبھی کبھی جو بات ہو جایا کرتی ہے اس سے مجھے انکار نہیں۔

حضرت علی نے یہ سن کر ارشاد فرمایا لوگو! حضرت عائشہ سچ کہہ رہی ہیں خدا کی قسم مجھ میں اور ان میں اس سے زیادہ اختلاف نہیں ہے، بہر حال خواہ کچھ ہو یہ دنیا و آخرت میں تمہارے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی زوجہ ہیں (اور ام المومنین)۔  
اللہ اللہ! ان یارِ ان پیکرِ صدق و صفا میں باہمی یہ رفیق و مودت اور عزت و اکرام اور ایک دوسرے کے ساتھ یہ معاملہ تعظیم و احترام، اور ان عقل سے بیگانوں اور نادان دوستوں کی حمایت علی کا یہ عالم کہ ان پر لعن طعن کو اپنا مذہب اور اپنا شعار بنائیں اور ان سے کدورت و دشمنی کو مولیٰ علی سے محبت و عقیدت ٹھہرائیں۔ ولا حول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم۔

مسلمانانِ اہلسنت اپنا ایمان تازہ کر لیں اور سن رکھیں کہ اگر صحابہ کرام کے دلوں میں کھوٹ، نیتوں میں فتور اور معاملات میں فتنہ و فساد ہو تو رضی اللہ عنہم کے کوئی معنی ہی نہیں ہو سکتے۔

صحابہ کرام کے عند اللہ مرضی و پسندیدہ ہونے کے معنی یہی تو ہیں کہ وہ مولائے کریم ان کے ظاہر و باطن سے راضی، ان کی نیتوں اور مافی الضمیر سے خوش ہے، اور ان کے اخلاق و اعمال بارگاہِ عزت میں پسندیدہ ہیں۔ اسی لیے ارشاد فرمایا ہے کہ:

"وَلَكِنَّ اللَّهَ حَبَّبَ إِلَيْكُمُ الْإِيمَانَ وَزَيَّنَهُ فِي قُلُوبِكُمْ"<sup>۱</sup>۔ یعنی اللہ تعالیٰ نے تمہیں ایمان پیارا کر دیا ہے اور اسے تمہارے دلوں میں آراستہ کر دیا ہے اور کفر اور حکمِ عدولی اور نافرمانی تمہیں ناگوار کر دیئے اب جو کوئی اس کے خلاف کہے اپنا ایمان خراب کرے اور اپنی عاقبت برباد۔ والعیاذ باللہ۔

عقیدہ ثامنہ<sup>۸</sup> امامت صدیق اکبر رضی اللہ عنہ

نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابتِ مطلقہ کو امامتِ کبرای اور اس منصبِ عظیم پر فائز

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱۰۹/۷

ہونے والے کو امام کہتے ہیں۔

امام المسلمین حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نیابت سے مسلمانوں کے تمام امور دینی و دنیوی میں حسب شرع تصرف عام کا اختیار رکھتا ہے اور غیر معصیت میں اس کی اطاعت تمام جہان کے مسلمانوں پر فرض ہوتی ہے۔

اس امام کے لیے مسلمان آزاد، عاقل، بالغ، قادر، قرشی ہونا شرط ہے، ہاشمی علوی اور معصوم ہونا اس کی شرط نہیں، ان کا شرط کرنا و افض کا مذہب ہے جس سے ان کا مقصد یہ ہے کہ برحق امراء مومنین، خلفائے ثلاثہ ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی رضی اللہ تعالیٰ عنہم کو خلافت رسول سے جدا کر دیں۔ حالانکہ ان کی خلافتوں پر تمام صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم کا اجماع ہے۔ مولیٰ علی کرم اللہ وجہہ الکریم و حضرات حسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہما نے ان کی خلافتیں تسلیم کیں۔ اور علویت کی شرط نے تو مولیٰ علی کو بھی خلیفہ ہونے سے خارج کر دیا۔ مولا علی کیسے علوی ہو سکتے ہیں۔ رہی عصمت تو یہ انبیاء و ملائکہ کا خاصہ ہے امام کا معصوم ہونا و افض کا مذہب ہے۔ (بہار شریعت)

ہم مسلمانان اہلسنت و جماعت کے نزدیک رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد (خلافت و امامت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ) بالقطع التحقیق (قطعاً، یقیناً، تحقیقاً) حقّہ راشدہ ہے (ثابت و درست، رشد و ہدایت پر مبنی) نہ غاصبہ جائزہ (کہ غصب یا جور و جبر سے حاصل کی گئی) رحمت و رافت (مہربانی و شفقت) حسن سیادت (بہتر و لائق تر امارت) و لحاظ مصلحت (تمام مصلحتوں سے ملحوظ) و حمایت ملت (شریعت کی حمایتوں سے معمور) و پناہ امت سے مزین (آراستہ و پیراستہ) اور عدل و داد (انصاف و برابری) و صدق و سداد (راستی و درستی) و رشد و ارشاد (راست روی و حق نمائی) و قطع فساد و قلع اہل ارتداد (مرتدین کی تیغ کئی) سے محلی (سنواری ہوئی) اول تلویحات و تصریحات روشن و صریح ارشادات (سید الکائنات علیہ و علی آلہ افضل الصلوات و التحیات اس بارے میں بہ کثرت وارد۔

دوسرے خلافت اس جناب تقویٰ مآب کی باجماع صحابہ واقع ہوئی، (اور آپ کا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے بعد تحت خلافت پر جلوس فرمانا فرامین و احکام جاری کرنا، ممالک اسلامیہ کا نظم و نسق سنبھالنا، اور تمام امور مملکت و رزم و بزم کی باگیں اپنے دست حق پرست میں لینا وہ تاریخی واقعہ مشہور و متواتر اظہر من الشمس ہے، جس سے دنیا میں موافق مخالف حتیٰ کہ نصاریٰ و یہود و مجوس و ہنود کسی کو انکار نہیں۔ اور ان مجاہد خدا و نوابانِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ابداً ابداً سے شیعانِ علی

کو زیادہ عداوت کا منہ لی یہی ہے کہ ان کے زعمِ باطل میں استحقاقِ خلافت حضرت مولیٰ کرم اللہ تعالیٰ وجہہ الاسبی میں منحصر تھا۔ جب بحکمِ الہی خلافتِ راشدہ، اول ان تین سردارانِ مومنین کو پہنچی روافض نے انہیں معاذ اللہ مولیٰ علی کا حق چھیننے والا اور ان کی خلافت و امامت کو غاصبہ جائزہ ٹھہرایا۔

اتنا ہی نہیں بلکہ تقیہ شقیہ کی تہمت کی بدولت حضرت اسد اللہ غالب کو عیاداً باللہ سخت نامرد و بُزدل و تارکِ حق و مطیعِ باطل ٹھہرایا۔

دوستی بے خرداں دشمنی ست  
(بے عقلوں کی دوستی دشمنی ہوتی ہے)

(الغرض آپ کی امامت و خلافت پر تمام صحابہ کرام کا اجماع ہے) اور باطل پر اجماعِ امت (خصوصاً اصحابِ حضرت رسالت علیہ و علیہم الصلوٰۃ والتحمیہ کا) ممکن نہیں۔ (اور مان لیا جائے تو غصب و ظلم پر اتفاق سے عیاداً باللہ سب فساق ہوئے، اور یہی لوگ حاملانِ قرآن مبین و راویانِ دین متین ہیں، جو انہیں فاسق بتائے اپنے لیے نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تک دوسرا سلسلہ پیدا کرے یا ایمان سے ہاتھ دھو بیٹھے، اسی طرح ان کے بعد خلافتِ فاروق، پھر امامتِ ذی النورین، پھر جلوہ فرمائی ابوالحسنین رضی اللہ تعالیٰ عنہم اجمعین۔

#### عقیدہ ناسعہ<sup>۹</sup> ضروریاتِ دین

نصوصِ قرآنیہ (اپنی مراد پر واضح آیاتِ فرقانیہ) و احادیثِ مشہورہ متواترہ (شہرت اور تواتر سے مؤید) و اجماعِ امت مرحومہ مبارکہ (کہ یہ قصرِ شریعت کے اساسی ستون ہیں اور شبہات و تاویلات سے پاک، ان میں سے ہر دلیل قطعی، یقینی واجب الاذعان و الثبوت، ان) سے جو کچھ دربارہ الوہیت (ذات و صفاتِ باری تعالیٰ) و رسالت (و نبوتِ انبیاء و مرسلین و حجی رب العالمین) و کتبِ سماوی، و ملائکہ و جن و بعث و نشر و قیامِ قیامت، قضاء و قدر و ماکان و مائیکون (جملہ ضروریاتِ دین) ثابت (اور ان دلائل قطعیہ سے مدلل ان براہین واضحہ سے مبرہن) سب حق ہیں اور ہم سب پر ایمان لائے جنت اور اسکے جانفزا احوال (کہ لا عین رأت ولا اذن سمعت ولا خطر ببال احد<sup>۱</sup>۔ وہ عظیم نعمتیں

<sup>۱</sup> صحیح البخاری کتاب التفسیر تحت آیت ۱۳۲/۱۷۱ قدیمی کتب خانہ کراچی ۱۲/۷۰۴، جامع الترمذی ابواب التفسیر سورة السجدة: ۱۱۱  
کمپنی دہلی ۱۲/۱۵۱ سنن ابن ماجہ ابواب الزہد باب صفة الجنة (پنج ایم سعید کمپنی کراچی ص ۳۳۱)



وہ نعیم عظیمیں اور جان و دل کو مرغوب و مطلوب وہ لذتیں جن کو نہ آنکھوں نے دیکھا نہ کانوں نے سنا، اور نہ کسی کے دل پر اُن کا خطرہ گزرا) دوزخ اور اس کے جاں گزراہات (کہ وہ ہر تکلیف و اذیت جو ادراک کی جائے اور تصور میں لائی جائے، ایک ادنیٰ حصہ ہے اس کے بے انتہا عذاب کا، والعیاذ باللہ) قبر کے نعیم و عذاب (کہ وہ جنت کی کیاریوں میں سے ایک کیاری ہے یا جہنم کے گڑھوں میں سے ایک گڑھا) منکر نکیر سے سوال و جواب روزِ قیامت حساب و کتاب و وزنِ اعمال (جس کی حقیقت اللہ جانے اور اس کا رسول) و کوثر (کہ میدانِ حشر کا ایک حوض ہے اور جنت کا طویل و عریض چشمہ) و صراط (بال سے زیادہ باریک، تلوار سے زیادہ تیز، پشتِ جہنم پر ایک پل) و شفاعۃ عصاة اہل کبائر (یعنی گناہگار ان اُمت مرحومہ کہ کبیرہ گناہوں میں ملوث رہے ان کے لیے سوالِ بخشش) اور اس کے سبب اہل کبائر کی نجات الٰہی غیر ذالک من الواردات سب حق (ہے اور سب ضروری القبول) جبر و قدر باطل (اپنے آپ کو مجبور محض یا بالکل مختار سمجھنا دونوں گمراہی)۔

ولکن امر بین امرین (اختیارِ مطلق اور جبرِ محض کے بین بین راہِ سلامتی اور اس میں زیادہ غور و فکر سبب ہلاکت، صدیق و فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہما اس مسئلہ میں بحث کرنے سے منع فرمائے گئے۔ ماوشاکس گنتی میں) جو بات ہماری عقل میں نہیں آتی (اس میں خواہ مخواہ نہیں الجھتے اور اپنی اندھی اندھی عقل کے گھوڑے نہیں دوڑاتے بلکہ) اس کو موکول بخدا کرتے (اللہ عزوجل کو سونپتے کہ واللہ اعلم بالصواب) اور اپنا نصیبہ "امثالہ کلٌّ مِّنْ عِنْدِ سَائِبِئَہ" <sup>1</sup>۔ بناتے ہیں (کہ سب کچھ حق کی جانب سے ہے سب حق ہے اور سب پر ہمارا ایمان)۔

مصطفیٰ اندر میاں آنگہ کہ می گوید بعقل آفتاب اندر جہاں آنگہ کہ می جوید سہا <sup>2</sup>  
مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم تشریف فرما ہوں تو اپنی عقل سے کون بات کرتا ہے سورج دنیا میں جلوہ گر ہو تو چھوٹے سے ستارے کو کون ڈھونڈتا ہے۔ ت)

(قال الرضا)

عرش پہ جا کہ مرغِ عقل تھک کے گرا، غش آگیا اور ابھی منزلوں پرے، پہلا ہی آستان ہے <sup>3</sup>  
یاد رکھنا چاہیے کہ وحی الٰہی کا نزول، کتبِ آسمانی کی تنزیل، جن و ملائکہ، قیامت و بعث، حشر و نشر

<sup>1</sup> القرآن الکَرِیم ۱۳/۷

<sup>2</sup>

<sup>3</sup> حدائقِ بخشش مکتبہ رضویہ کراچی حصہ اول ص ۹۷

حساب و کتاب، ثواب و عذاب اور جنت و دوزخ کے وہی معنی ہیں جو مسلمانوں میں مشہور ہیں اور جن پر صدر اسلام سے اب تک چودہ سو<sup>۱۴۰۰</sup> سال کے کافہ مسلمین و مومنین دوسرے ضروریات دین کی طرح ایمان رکھتے چلے آ رہے ہیں مسلمانوں میں مشہور ہیں۔ جو شخص ان چیزوں کو تو حق کہے اور ان لفظوں کا تو اقرار کرے مگر ان کے نئے معنی گھڑے مثلاً یوں کہے کہ جنت و دوزخ وحشر و نشر و ثواب و عذاب سے ایسے معنی مراد ہیں جو ان کے ظاہر الفاظ سے سمجھ میں نہیں آتے۔ یعنی ثواب کے معنی اپنے حسنات کو دیکھ کر خوش ہونا۔ اور عذاب، اپنے برے اعمال کو دیکھ کر غمگین ہونا ہیں۔ یا یہ کہ وہ روحانی لذتیں اور باطنی معنی ہیں وہ کافر ہے کیونکہ ان امور پر قرآن پاک اور حدیث شریف میں کھلے ہوئے روشن ارشادات موجود ہیں۔

یونہی یہ کہنا بھی یقیناً کفر ہے کہ پیغمبروں نے اپنی اپنی امتوں کے سامنے جو کلام، کلام الہی بتا کر پیش کیا وہ ہر گز کلام الہی نہ تھا بلکہ وہ سب انہیں پیغمبروں کے دلوں کے خیالات تھے جو فوارے کے پانی کی طرح انہیں کے قلوب سے جوش مار کر نکلے اور پھر انہیں کے دلوں پر نازل ہو گئے۔

یونہی یہ کہنا کہ نہ دوزخ میں سانپ، بچھو اور زنجیریں ہیں اور نہ وہ عذاب جن کا ذکر مسلمانوں میں رائج ہے، نہ دوزخ کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے جو کلفت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانی اذیت کا اعلیٰ درجہ پر محسوس ہونا اسی کا نام دوزخ اور جہنم ہے، یہ سب کفر قطعی ہے۔

یونہی یہ سمجھنا کہ جنت میں میوے ہیں نہ باغ، نہ محل ہیں نہ نہریں ہیں، نہ حوریں ہیں، نہ غلمان ہیں، نہ جنت کا کوئی وجود خارجی ہے بلکہ دنیا میں اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کی جو راحت روح کو ہوئی تھی بس اسی روحانیت کا اعلیٰ درجہ پر حاصل ہونا اسی کا نام جنت ہے، یہ بھی قطعاً یقیناً کفر ہے۔

یونہی یہ کہنا کہ اللہ عزوجل نے قرآن عظیم میں جن فرشتوں کا ذکر فرمایا ہے نہ ان کا کوئی اصل وجود ہے نہ ان کا موجود ہونا ممکن ہے، بلکہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ہر ہر مخلوق میں جو مختلف قسم کی قوتیں رکھی ہیں جیسے پہاڑوں کی سختی، پانی کی روانی، نباتات کی فرونی بس انہیں قوتوں کا نام فرشتہ ہے، یہ بھی بالقطع والیقین کفر ہے۔

یونہی جن و شیاطین کے وجود کا انکار اور بدی کی قوت کا نام جن یا شیطان رکھنا کفر ہے اور ایسے اقوال کے قائل یقیناً کافر اور اسلامی برادری سے خارج ہیں۔

فائدہ جلیلہ

مانی ہوئی باتیں چار<sup>۴</sup> قسم ہوتی ہیں۔

(۱) ضروریاتِ دین: ان کا ثبوت قرآن عظیم یا حدیث متواتر یا اجماع قطعیات الدلالات واضحه الافادات سے ہوتا ہی جن میں نہ شبہ کی گنجائش نہ تاویل کوراہ۔ اور ان کا منکر یا ان میں باطل تاویلات کا مرتکب کافر ہوتا ہے۔

(۲) ضروریاتِ مذہبِ اہلسنت وجماعت: ان کا ثبوت بھی دلیل قطعی سے ہوتا ہے۔ مگر ان کے قطعی الثبوت ہونے میں ایک نوعِ شبہ اور تاویل کا احتمال ہوتا ہے اسی لیے ان کا منکر کافر نہیں بلکہ گمراہ، بد مذہب، بد دین کہلاتا ہے۔

(۳) ۵ ہمت محکمہ: ان کے ثبوت کو دلیل ظنی کافی، جب کہ اس کا مفاد اکبر رائے ہو کہ جانبِ خلاف کو مطروح و مضحل اور التفاتِ خاص کے ناقابلِ بناوے۔ اس کے ثبوت کے لیے حدیث احاد، صحیح یا حسن کافی، اور قول سوادِ اعظم و جمہور علماء کا سند وانی، فان ید اللہ علی الجماعۃ (اللہ تعالیٰ کا دست قدرت جماعت پر ہوتا ہے۔ ت)

ان کا منکر وضوح امر کے بعد خاطمی و آثم خطاکار و گناہگار قرار پاتا ہے، نہ بد دین و گمراہ نہ کافر و خارج از اسلام  
(۴) ظنیاتِ ممتلئہ: ان کے ثبوت کے لیے ایسی دلیل ظنی بھی کافی، جس نے جانبِ خلاف کے لیے بھی گنجائش رکھی ہو، ان کے منکر کو صرف محظی و قصور وار کہا جائے گا نہ گناہگار، چہ جائیکہ گمراہ، چہ جائیکہ کافر۔

ان میں سے ہر بات اپنے ہی مرتبے کی دلیل چاہتی ہے جو فرقِ مراتب نہ کرے اور ایک مرتبے کی بات کو اس سے اعلیٰ درجے کی دلیل مانگے وہ جاہل بے وقوف ہے یا مگنار فیلسوف ع

ہر سخن و تہمت ہر نکتہ مقامے دارد

(ہر بات کا کوئی وقت اور ہر نکتے کا کوئی خاص مقام ہوتا ہے۔ ت)

اور ع

گر فرق مراتب نہ کنی زندیقی

(اگر تو مراتب کے فرق کو ملحوظ نہ رکھے تو زندیق ہے۔ ت)

اور بالخصوص قرآن عظیم بلکہ حدیث ہی میں تصریح صریح ہونے کی تو اصلاً ضرورت نہیں حتیٰ کہ مرتبہ اعلیٰ اعنی ضروریات دین میں بھی۔

بہت باتیں ضروریات دین سے ہیں جن کا منکر یقیناً کافر مگر بالتصریح ان کا ذکر آیات و احادیث میں نہیں، مثلاً باری عزوجل کا جہل محال ہونا۔

قرآن عظیم میں اللہ عزوجل کے علم و احاطہ کا لاکھ جگہ ذکر ہے مگر امتناع و امکان کی بحث کہیں نہیں پھر کیا جو شخص کہے کہ واقع میں تو بے شک اللہ تعالیٰ سب کچھ جانتا ہے، عالم الغیب والشاہدہ ہے، کوئی ذرہ اس کے علم سے چھپا نہیں۔

مگر ممکن ہے کہ جاہل ہو جائے تو کیا وہ کافر نہ ہوگا کہ اس کے امکان کا سلب صریح قرآن میں مذکور نہیں۔ حاشا للہ! ضرور کافر ہے اور جو اسے کافر نہ کہے خود کافر، تو جب ضروریات دین ہی کے ہر جزئیہ کی تصریح صریح، قرآن و حدیث میں ضرور نہیں تو ان سے اتر کر اور کسی درجے کی بات پر یہ مڑ چڑاپن کہ ہمیں تو قرآن ہی میں دکھاؤ ورنہ ہم نہ مانیں گے، نری جہالت ہے یا صریح ضلالت، مگر جنون و تعصب کا علاج کسی کے پاس نہیں۔

تو خوب کان کھول کر سن لو اور لوح دل پر نقش رکھو کہ جسے کہتا سنو ہم اماموں کا قول نہیں جانتے ہمیں تو قرآن و حدیث چاہیے۔ جان لو کہ یہ گمراہ ہے، اور جسے کہتا سنو کہ ہم حدیث نہیں جانتے ہمیں صرف قرآن درکار ہے سمجھ لو کہ یہ بددین، دین خدا کا بدخواہ ہے۔

مسلمانو! تم ان گمراہوں کی ایک نہ سنو۔ اور جب تمہیں قرآن میں شبہ ڈالیں تم حدیث کی پناہ لو۔ اگر حدیث میں ایں و آں نکالیں تم ائمہ دین کا دامن پکڑو۔ اس درجے پر آ کر حق و باطل صاف کھل جائے گا اور ان گمراہوں کا اڑایا ہوا، سارا غبار حق کے برستے ہوئے بادلوں سے دھل جائے گا اور اس وقت یہ ضال، مضل طائفے بھاگتے نظر آئیں گے۔

"كَانَهُمْ حُمْرُ مُسْتَنْفِئَةٍ ۖ قَرَّتْ مِنْ قَسْوَسَةٍ ۖ" <sup>۱</sup>۔ (گویا وہ بھڑکے ہوئے گدھے ہوں کہ شیر سے بھلگے ہوں) (الصّارم الرّبّانی لمحقصّاً)

### عقیدہ عاشرہ<sup>۱۰</sup> شریعت و طریقت

شریعت و طریقت، دو راہیں متبائن نہیں (کہ ایک دوسرے سے جدا اور ایک دوسرے کے خلاف ہوں) بلکہ بے اتباع شریعت، خدا تک وصول محال، شریعت تمام احکام جسم و جان و روح قلب

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۷۴/۵۰ و ۵۱

وجملہ علوم الہیہ و معارفِ نامتناہیہ کو جامع ہے جن میں سے ایک ایک ٹکڑے کا نام طریقت و معرفت ہے ولہذا باجماعِ قطعی جملہ اولیائے کرام کے تمام حقائق کو شریعتِ مطہرہ پر عرض کرنا فرض ہے، اگر شریعت کے مطابق ہوں حق و قبول ہیں ورنہ مردود و مخدول (مطروود و نامقبول)

(تَوْثِيقًا قَطْعًا شَرِيعَتِہِی اَصْلُ کَارِہِے، شَرِيعَتِہِی مَنَاطٌ و مَدَارُہِے شَرِيعَتِہِی مُحْکَمٌ و مَعِیارُہِے اَوْ حَقٌّ و بَاطِلُہِے پَر کھنے کی کسوٹی) شریعتِ راہ کو کہتے ہیں اور شریعتِ محمدیہ علی صاحبہا الصلوٰۃ والتحیۃ کا ترجمہ ہے محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ۔ اور یہ قطعاً عام و مطلق ہے نہ کہ صرف چند احکامِ جسمانی سے خاص۔

بہی وہ راہ ہے کہ پانچوں وقت، ہر نماز ہر رکعت میں اس کا مانگنا اور اس پر صبر و استقامت کی دُعا کرنا ہر مسلمان پر واجب فرمایا ہے کہ "اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ" <sup>۱</sup>۔ (ہم کو سیدھا راستہ چلا) ہم کو محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی راہ پر چلا، ان کی شریعت پر ثابت قدم رکھ۔

یونہی طریق، طریقہ، طریقت راہ کو کہتے ہیں نہ کہ پہنچ جانے کو، تَوْثِيقًا طَرِيقَتِہِی بھی راہ ہی کا نام ہے، اب اگر وہ شریعت سے جدا ہو تو بشادتِ قرآن عظیم خدا تک نہ پہنچائے گی بلکہ شیطان تک جنت تک نہ لے جائے گی بلکہ جہنم میں کہ شریعت کے سوا سب راہوں کو قرآن عظیم باطل و مردود فرما چکا۔

لاجرم ضرور ہوا کہ طریقت بھی شریعت ہے اسی راہ روشن کا ٹکڑا ہے۔ اس کا اس سے جدا ہونا محال و ناسزا ہے، جو اسے شریعت سے جدا مانتا ہے اسے راہِ خدا سے توڑ کر راہِ ابلیس مانتا ہے مگر حاشا، طریقتِ حقّ راہِ ابلیس نہیں قطعاً راہِ خدا ہے) نہ بندہ کسی وقت کیسی ہی ریاضات و مجاہدات بجالائے۔ (کیسی ہی ریاضتوں، مجاہدوں اور چلہ کشیوں میں وقت گزارا جائے۔ اس رتبہ تک پہنچے کہ تکالیفِ شرع (شریعت و مطہرہ کے فرامین و احکام امر و نہی) اس سے ساقط ہو جائیں اور اسے اسپ بے لگام و شتر بے زمام کر کے چھوڑ دیا جائے۔

قرآن عظیم میں فرمایا: "اِنَّ سَبِيْلَیْ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ" <sup>۲</sup>۔ بے شک اسی سیدھی راہ پر میرا رب ملتا ہے۔

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱/۵

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۱/۵۶

اور فرمایا: "وَأَنَّ هَذَا صِرَاطٌ مُسْتَقِيمٌ فَالْتَمِذُوا لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُونَ" (الایۃ<sup>۱</sup>۔

شروع رکوع سے احکام شریعت بیان کر کے فرماتا ہے۔ اور اے محبوب! تم فرمادو کہ یہ شریعت میری سیدھی راہ ہے تو اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور راستوں کے پیچھے نہ لگ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے جدا کر دیں گے۔ دیکھو قرآن عظیم نے صاف فرمادیا کہ شریعت ہی صرف وہ راہ ہے جس کا منتہا اللہ ہے اور جس سے وصول الی اللہ ہے، اس کے سوا آدمی جو راہ چلے گا اللہ کی راہ سے دُور پڑے گا،

طریقت میں جو کچھ منکشف ہوتا ہے شریعت ہی کے اتباع کا صدقہ ہے ورنہ بے اتباع شرع بڑے بڑی کشف راہبوں، جوگیوں، سنیا سیوں کو دیئے جاتے ہیں، پھر وہ کہاں تک لے جاتے ہیں، اسی نارِ جحیم و عذاب الیم تک پہنچاتے ہیں۔ (مقال العرفاء) صوفی وہ ہے کہ اپنے ہوا (اپنی خواہشوں، اپنی مرادوں) کو تابع شرع کرے (بے اتباع شرع کسی خواہش پر نہ لگے) نہ وہ کہ ہوا (وہوس اور نفسانی خواہشوں) کی خاطر شرع سے دستبردار ہو (اور اتباع شریعت سے آزاد) شریعت غذا ہے اور طریقت قوت، جب غذا ترک کی جائے گی قوت آپ زوال پائے گی، شریعت آنکھ ہے اور طریقت نظر (اور) آنکھ پھوٹ کر نظر (کا باقی رہنا) غیر متصور (عقل سلیم قبول نہیں کرتی تو شریعتِ مطہرہ میں کب مقبول و معتبر) بعد از وصول (منزل) اگر اتباع شریعت سے بے پروائی ہوتی (اور احکام شرع کا اتباع لازم و ضرور نہ رہتا یا بندہ اس میں مختار ہوتا) تو سید العالمین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اور امام الواصلین علی کرم اللہ تعالیٰ وجہہ اس کے ساتھ حق ہوتے (اور ترک بندگی و اتباع شرع کے باب میں سب سے مقدم و پیش رفت) نہیں (یہ بات نہیں اور ہر گز نہیں) بلکہ جس قدر قرب (حق) زیادہ ہوتا ہے شرع کی باگیں اور زیادہ سخت ہوتی جاتی ہیں (کہ) حسنات الابرا سیئات المقربین<sup>۲</sup>۔ (ابرار کی نیکیاں بھی مقربین کے لیے عیب ہوتی ہیں)

ع نزدیکیاں راہِ نبی بود حیرانی

(قریب والوں کو حیرت زیادہ ہوتی ہے)

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۲/۱۵۳

<sup>۲</sup> کشف الخفاء حدیث ۱۱۳۵ دار الکتب العلمیۃ بیروت ۱/۳۱۸



اور ع

جن کے رُتبے ہیں سوا، ان کو سوا مشکل ہے  
آخر نہ دیکھا کہ سید المعصومین صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رات، رات بھر عبادات و نوافل میں مشغول اور کارِ امت کے لیے گریاں و  
ملول رہتے، نماز پنجگانہ تو حضور پر فرض تھی ہی نماز تہجد کا ادا کرنا بھی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر لازم بلکہ فرض قرار دیا گیا  
جب کہ امت کے لیے وہی سنت کی سنت ہے۔

حضرت سید الطائفہ جنید بغدادی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا گیا کہ کچھ لوگ زعم کرتے ہیں کہ احکام شریعت تو وصول کا  
ذریعہ تھے اور ہم واصل ہو گئے یعنی اب ہمیں شریعت کی کیا حاجت۔ فرمایا وہ سچ کہتے ہیں، واصل ضرور ہوئے مگر کہاں تک؟  
جہنم تک۔

چور اور زانی ایسے عقیدے والوں سے بہتر ہیں اگر ہزار برس جیوں تو فرائض و واجبات تو بڑی چیز ہیں، جو نوافل و مستحبات مقرر  
کردیئے ہیں بے عذر شرعی ان میں کچھ کم نہ کروں۔

تو خلق پر تمام راستے بند ہیں مگر وہ جو رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نشانِ قدم کی پیروی کرے۔

خلاف پیغمبر کسے راہ گزید  
کہ ہر گز بہ منزل نہ خواہد رسید<sup>1</sup>  
(جس کسی نے پیغمبر صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے خلاف راستہ اختیار کیا ہر گز منزل مقصود پر نہ پہنچے گا)

تو بن شریعت کفر (اور علمائے دین کو سب و شتم، آخرت میں فضیحت و رسوائی کا موجب)

اور اس کے دائرہ سے خروج فسق (و نافرمانی) صوفی (تقویٰ شعار) صادق (العمل) عالم سنی صحیح العقیدہ پر خدا و رسول کے فرمان  
(واجب الاذعان کے مطابق) ہمیشہ یہ عقیدت رکھتا ہے کہ (یہاں اصل میں بیاض ہے) (علمائے شرع مبین و ارثان خاتم  
النبین ہیں اور علوم شریعت کے نگہبان و علمبردار، تو ان کی تعظیم و تکریم صاحب شریعت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی تعظیم و  
تکریم ہے اور اس پر دین کا مدار) اور عالم متدین خدا طلب (خدا پرست، خدا ترس، خدا آگاہ) ہمیشہ صوفی سے (یہاں اصل میں  
بیاض ہے) (بتواضع و انکسار پیش آئے گا کہ وہ حق آگاہ اور حق کی پناہ میں ہے) اور اسے اپنے سے افضل و اکمل جانے گا (کہ وہ  
دنیاوی آلائشوں سے پاک ہے) جو اعمال اس (صوفی صاف حق پرست و حق آگاہ) کے اس کی نظر میں قانونِ تقویٰ سے باہر نظر  
آئیں گے (ان سے صرف نظر کر کے معاملہ عالم الغیب

<sup>1</sup> بوستان سعدی دیباچہ کتاب مکتبہ شرکت علمیہ ملتان ص ۸

والشہادۃ پر چھوڑے گا بمصدق۔

ایک حمالِ عیب خوشنیت  
طعنہ بر عیب دیگران مکنید  
(اے اپنے عیبوں کو اٹھانے والو! دوسروں کے عیب پر طعنہ زنی مت کرو)

اے اللہ! سب کو ہدایت اور اس پر ثبات و استقامت (ثابت قدمی) اور اپنے محبوبوں اور سچے یکے عقیدوں پر جہانِ گزران سے اٹھا، آمین یا رحم الراحمین۔

اللهم لك الحمد واليك المشتكى وانت المستعان ط ولا حول ولا قوة الا بالله العلي العظيم وصلى الله تعالى على  
الحبيب المصطفى وعلى آله الطيبين وصحبه الطاهرين اجمعين  
رسالہ اعتقاد الاحباب فی الجبیل والمصطفی والال والاصحاب ختم ہوا۔

مسئلہ ۱۳: از بریلی مدرسہ منظر الاسلام مسئلہ مولوی محمد افضل صاحب ۱۵ ربیع الاول شریف ۱۳۸۸ھ

حضرت مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے سید عالم صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہونے کی خواہش کیوں کی حالانکہ مرتبہ نبوت سے کوئی اور مرتبہ بلند نہیں ہے اور امت کا مرتبہ نبوت کے مرتبہ سے نیچے ہے، پھر اس طرح کی حدیث عقائد میں کیسے کارآمد ہو سکتی ہے اس لیے انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام بلند کیے اس مقام پر فائز ہیں کہ تمام جہان ان کا محتاج ہے وہ کسی کے محتاج نہیں، بیان فرماؤ اگر دیئے جاؤ گے۔ (ت)	مولیٰ علیہ الصلوٰۃ والسلام خواہش امتی بودن سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم چرا کرد حالانکہ از مرتبہ نبوت دیگر مرتبہ نیست فوق آں، و مرتبہ امت اسفل ازاں دیگر اینکه ایں طور حدیث را بر عقائد چکار زیرا کہ انبیاء علیہم السلام در علوئیں تمام عالم احتیاج ایشان اند ایشان احتیاج کسے نیستند، بینواتو جروا
--	---

الجواب:

افضل غنی از فضل نیست سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم را مرتبہ از محبوبیت کبری و جملہ فضائل عالیہ چنان بخشیدند کہ مرکب کسے بغبار اوزر سد تیرہ دروناں بر فضل دیگران حسد برند و اہل کمال چوں مینند کہ مارا باں دسترس نیست انتساب باں محبوب خواہند	افضل فضیلت سے مستغنی نہیں ہوتا۔ سید عالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو محبوبیت کبری کا بلند مرتبہ اور تمام فضائل عالیہ اس طور پر حاصل ہوئے کہ کسی کا مرکب ان کے غبار تک نہیں پہنچ سکتا۔ تاریک دل والے دوسروں کی فضیلت پر حسد کرتے ہیں اور اہل کمال جب دیکھتے ہیں کہ ہمیں اس عظیم
---	---

<p>کہ در زیر عنایتش برو جسے خاص باشند انبیاء را بدیگراں احتیاج نبودن مسلم فاما بہ سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم ہمہ رانیا زست چنانکہ کریمہ اخذ میثاق از انبیاء و حدیث صحیح مسلم یرغب الی الخلق کلہم حتی خلیل اللہ ابراہیم<sup>۱</sup>۔ راں شاہد عدل ست ایں چنین احادیث را با ہیچ عقیدہ خلاف نیست، واللہ تعالیٰ اعلم۔</p>	<p>مقام تک رسائی حاصل نہیں تو وہ اس عظیم محبوب کی طرف اپنی نسبت کرنے کی پسند کرتے ہیں تاکہ بطور خاص اس کی نظر عنایت میں ہو جائیں، یہ بات مسلم ہے کہ انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام دوسروں کے محتاج نہیں لیکن سید انبیاء صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی سب کو محتاجی ہے، جیسا کہ انبیاء سے اخذ میثاق والی آیت کریمہ اور صحیح مسلم کی یہ حدیث اس پر شاہد عادل ہے کہ تمام مخلوق میری طرف راغب ہے حتی کہ جناب ابراہیم خلیل اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام بھی۔ اس قسم کی حدیثیں کسی عقیدہ کے مخالف نہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔ (ت)</p>
---	--

مسئلہ ۱۳۸: از گوئل مرسلہ قاضی قاسم میاں صاحب ۲۶ ربیع الاخر شریف ۱۳۳۸ھ  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ عوام مومنین سے عوام ملائکہ کا مرتبہ زیادہ ہے یا نہیں عوام مومنین کی تشریح فرمائیں۔

#### الجواب:

حدیث میں ہے رب العزۃ جل وعلا فرماتا ہے: عبدی المؤمن احب الی من بعض ملئکتی<sup>۲</sup>۔ میرا مسلمان بندہ مجھے میرے بعض فرشتوں سے زیادہ پیارا ہے۔  
ہمارے رسول ملائکہ کے رسولوں سے افضل ہیں، اور ملائکہ کے رسول ہمارے اولیاء سے افضل ہیں، اور ہمارے اولیاء عوام ملائکہ یعنی غیر رسل سے افضل ہیں اور یہاں عوام مومنین سے یہی مراد ہے۔ نہ فساق و فجار کہ ملائکہ سے کسی طرح افضل نہیں ہو سکتے۔ انسان صفت ملکوتی و بہیمی و شیطانی سب کا جامع ہے جو صفت اس پر غلبہ کرے گی اس کے منسوب الیہ سے زائد ہو جائے گا کہ اگر ملکوتی صفت غالب ہوئی کروڑوں ملائکہ سے افضل ہوگا۔ اور بہیمی غالب ہوئی تو بہائم سے بدتر اُولَئِکَ کَاۡلًا نُّعَاوِلُہُمْ

<sup>۱</sup> صحیح مسلم کتاب فضائل القرآن باب بیان القرآن انزل علی سبعة احرف قدیمی کتب خانہ کراچی ۱/ ۲۷۳

<sup>۲</sup> اتحاف السادة المتقين کتاب اسرار الصوم دار الفکر بیروت ۴/ ۱۹۳

أَصْلٌ<sup>۱</sup> (جو چوپایوں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بڑھ کر گمراہ ہیں۔ ت) یونہی سبعی و شیطانی وہابیہ کو دیکھو، شیطان کہ ان سے سبق لیتا ہے، ابلیس کو ہزاروں برس کی عمر میں نہ سو جھی تھیں جو انہیں سو جھتی ہیں۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۳۹: ازدارالطلبہ مدرسہ سبحانیہ الہ آباد مدرسہ مولوی ابراہیم صاحب ۷/۱۳۳۸ھ

(۱) زید کہتا ہے کہ تقلید شخصی واجب نہیں کہ قرآن و حدیث سے ثابت نہیں اگر واجب ہوتی تو احادیث میں کہیں نہ کہیں ذکر ہوتا۔ عمرو کہتا ہے واجب ہے بالخصوص امام اعظم رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی، زید کا قول صحیح ہے یا عمرو کا؟  
(۲) زید کہتا ہے قراءت خلف الامام کرنی چاہیے نہ کی جائے گی تو نماز صحیح نہ ہوگی، اور اس کے ثبوت میں احادیث پیش کرتا ہے، عمرو کہتا ہے نہ کرنا چاہیے، زید احادیث و تفاسیر کے علاوہ اور کسی دلیل کو نہیں مانتا، کہتا ہے کہ فقہ قیاسی ہے احادیث و تفاسیر کے مقابل قابل عمل نہیں۔

(۳) زید کہتا ہے آئین بالہجر کرنا چاہیے کہ احادیث سے ثابت ہے۔ عمرو مانع ہے، کس کا قول ٹھیک ہے؟  
الجواب:

(۱) تقلید فرض قطعی ہے، قال اللہ تعالیٰ:

"فَسْأَلُوا أَهْلَ الدِّينِ كَرَامًا كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُونَ" ۲۔	تو اے لوگو! علم والوں سے پوچھو اگر تمہیں علم نہیں ہے۔ (ت)
---	---

وقال صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم:

الاسئلو ان لم یعلموا فانما شفاء العی السؤل ۳۔	اگر وہ نہیں جانتے تو پوچھتے کیوں نہیں کیونکہ جہالت کی شفاء سوال کرنا ہے۔ (ت)
---	--

اگر ایک مذہب کی پابندی نہ کی جائے تو یا وقت واحد میں شیئی واحد کو حرام بھی جانے کا اور حلال بھی جیسے قراءت مقتدی شافعیہ کے یہاں واجب اور خفیہ کے یہاں حرام اور وقت واحد میں شے کا

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۷/۱۷۹

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۶/۴۳

<sup>۳</sup> سنن ابی داؤد کتاب الطہارۃ باب المجدور یتیمہ آفتاب عالم پریس لاہور ۱/۴۹

حرام و حلال دونوں ہونا محال، یا یہ کرے گا کہ ایک وقت حلال سمجھے گا دوسرے وقت حرام، تو یہ اس آیت میں داخل ہونا ہوگا کہ "يُجْلُونَكَ عَامًا وَيُحَيُّونَكَ عَامًا"<sup>۱</sup>۔ (ایک سال اسے حلال ٹھہراتے ہیں اور ایک سال اسے حرام ٹھہراتے ہیں۔ ت) لاجرم پابندی مذہب لازم، اور اس کی تفصیل ہمارے فتاویٰ میں ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) فقہ کا نہ ماننے والا شیطان ہے، ائمہ کا دامن جو نہ تھامے وہ قیمت تک کوئی اختلافی مسئلہ حدیث سے ثابت نہیں کر سکتا، جسے دعوٰی ہو سامنے آئے اور زیادہ نہیں اسی کا ثبوت دے لکھتا کھانا حلال ہے یا حرام؟ آیت نے تو کھانے کی حرام چیزوں کو صرف چار<sup>۲</sup> میں حصر فرمایا ہے۔ مردار اور رگوں کا خون، اور خنزیر کا گوشت اور وہ جو غیر خدا کے نام پر ذبح کیا جائے تو مکتدر کنار سوئر کی چربی اور گردے اور او جڑی کہاں سے حرام ہوگی کسی حدیث میں ان کی تحریم نہیں اور آیت میں لحم فرمایا ہے جو ان کو شامل نہیں، غرض یہ لوگ شیاطین ہیں، ان کی بات سننا جائز نہیں، واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) عمرو کا قول ٹھیک ہے، آمین دعا ہے اور دعا کے اخفاء کا قرآن عظیم میں حکم ہے اور حدیث مرفوع بھی اسی کا افادہ فرماتی ہے کہ:

واذا قال ولا الضالین قولوا امین فان الامام یقولها <sup>۲</sup> ۔	جب امام ولا الضالین کہے تم آمین کہو کہ امام بھی کہے گا۔
--	---

معلوم ہوا کہ آہستہ کہے گا، اصل یہ ہے کہ امام کے فعل کے ساتھ اس کا فعل ہو اگر وہ آمین بالجسر کہتا مقتدیوں کو معلوم ہوتا تو یہ فرمایا جاتا کہ جب وہ آمین کہے تم بھی کہو۔ یہاں یہ نہ فرمایا بلکہ اس کا فعل بتایا کہ جب وہ ولا الضالین کہے تم آمین کہو اور اس کی موافقت کہ خفی تھی ظاہر فرمادی کہ وہ بھی کہے گا۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

۱۸ صفر ۱۳۳۹ھ

مسئلہ ۱۴۲: از شہر محلہ سودا گراں مسئلہ احسان علی طالب علم مدرسہ منظر الاسلام  
کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ زید کہتا ہے کہ قیام میلاد شریف اگر مطلقاً ذکر خیر کی

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۹/۳۷

<sup>۲</sup> سنن النسائی کتاب الافتتاح باب جهر الامام آمین نور محمد کارخانہ تجارت کتب کراچی ۱/ ۱۴۷، مسند احمد بن حنبل عن ابی ہریرہ رضی

اللہ تعالیٰ عنہ المکتب الاسلامی بیروت ۲/ ۲۷۰

وجہ سے کیا جاتا ہے تو اول وقت سے کیوں نہیں کیا جاتا اس لیے کہ اول سے ذکر خیر ہی ہوتا ہے، اور اگر اس خیال سے کیا جاتا ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم رونق افروز ہوتے ہیں تو کیا حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اول وقت سے رونق افروز نہیں ہوتے اگر ہوتے تو ابتداءً مجلس مبارک قیام ہی سے کیوں نہیں ہوتا اور اگر نہیں تو کیا فطرہ فولد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہی کے وقت جلوہ افروز ہوتے اور تا قیام تشریف فرما رہتے اور فوراً لوگوں کے بیٹھتے ہی تشریف لے جاتے ہیں تو اس سے معلوم ہوتا ہے، کہ حضور کا آنالوگوں کے قیام و نیز میلاد خواں کے فطرہ فولد کہنے پر موقوف ہے، کیا یہ زید کا کہنا لغو ہے یا نہیں اور اس کا کافی جواب کیا ہے؟ بینوا تو جروا (بیان فرماؤ اجر دیئے جاؤ گے۔ت)

الجواب:

زید کی یہ سب حماقتیں جہالتیں سفاہتیں ہیں مہمل ولا یعنی شقوق اپنی طرف سے ایجاد کیے اور جو وجہ حقیقی ہے اس کی طرف اسے ہدایت نہ ہوئی، تعظیم ذکر اقدس مثل تعظیم ذات انور ہے صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، تعظیم ذات باختلاف حالات مختلف ہوتی ہے، معظم کے قدم کے وقت قیام کیا جاتا ہے اور اس کے حضور کے وقت بابت اس کے سامنے بیٹھنا تعظیم ہے۔ ذکر شریف میں بھی ذکر قدم کی تعظیم قیام سے ہے اور باقی وقت کی تعظیم بابت قعود سے۔ ولکن الوہابیۃ قوم لایعقلون (لیکن وہابی بے عقل قوم ہے۔ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۳: مسئلہ مولانا مولوی سید غلام قطب الدین صاحب پریسی جی برہمچاری از شہر محلہ باسمنڈی ۳ ربیع الاول شریف ۱۳۳۹ھ کیا فرماتے ہیں علمائے دین کہ اب کی دس جنوری کی اشاعت میں راماسنگھم نے قرآن عظیم کی تین آیات کا حوالہ دے کر محمد رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو (معاذ اللہ) گنہگار قرار دیا ہے ان میں سے پہلی دو میں رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کو یوں مخاطب کیا ہے۔ تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ۔ تیسری آیت کا مطلب یہ ہے فی الواقع ہم نے تیرے واسطے بلا شبہ کامیابی حاصل کی ہے کہ خدا تیرے اگلے پچھلے گناہ معاف کرتا ہے مسٹر حسن ہم کو اس بات کا یقین دلاتے ہیں کہ ان آیات میں تو سے مراد تو ہر گز نہیں ہے بلکہ اس کا اشارہ اسلام کے نبی کے پیروؤں کے گناہوں اور غلطیوں کی طرف ہے یہ بات مشکل ہے کہ اس مباحثہ کو قابل یقین سمجھا جائے کیونکہ اگر عربی زبان ایسی ہی پیچیدہ ہے کہ ہر ایک پڑھنے والا اپنی خواہش کے مطابق مطلب لے سکتا ہے تب قرآن عظیم سے جو چاہیں مطلب لے سکتے ہیں، تاہم مسٹر حسن کا یہ بیان ہے کہ وہ آیات زیر مباحثہ کے ان معنوں پر اعتقاد



رکھتے اور قرآن عظیم کے مفسرین کی صنعت کو مانتے ہیں مجھ کو خوف ہے کہ مسٹر حسن نے تفسیروں کو غور سے نہیں پڑھا ہے۔ کیونکہ میں ذیل میں یہ دکھاؤں گا کہ قرآن عظیم کے مسلم مفسرین محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کو (معاذ اللہ) صاف طور سے مانتے ہیں اور بعض موقعوں پر ان خاص گناہوں کو بتاتے ہیں جن کی بابت رسول مقبول (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) سے معافی مانگنے کو کہا گیا ہم وہ تین آیات لیتے ہیں جو راما سنگھم نے نقل کی ہیں، اول سورہ محمد (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) کی انتیسویں آیت ہے اس کا مطلب یہ ہے کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں اور اپنے معتقدین کی خواہ مرد ہوں خواہ عورت، یہاں پر کسی حالت میں بھی تو کے معنی پیروؤں کے نہیں ہو سکتے چونکہ ان لوگوں کا ذکر خود بھی آچکا ہے۔ اور حرف عطف سب پیچیدگیوں کو صاف کر دیتا ہے نبی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے پہلے اپنی اور بعد کو اپنے پیروؤں کی معافی مانگنے کو کہا گیا ہے۔ دوسری سورہ مومن کی پچیسویں آیت ہے اور اس کا مطلب یہ ہے تو اپنے گناہوں کی معافی مانگ اس بات کو یقین کرنا دشوار ہے کہ آپ کے مسٹر حسن نے درحقیقت مفسرین سے دریافت کیا ہو گا اگر وہ دریافت کر لیتے تو کبھی نہ کہتے کہ وہ لوگ اس بات کو راما سنگھم پر صاف عیاں کر دیں گے کہ مسلمانوں کے پیغمبر (صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم) ہر گناہ سے معصوم ہیں اس سے کہیں دور وہ صاف طور سے رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی گنہگاری کو مانتے ہیں، ابن عباس بڑے بھاری مفسرین میں سے ہیں اور اپنی تفسیر میں اس طرح سے کہتے ہیں: **وَاسْتَغْفِرُكَ لَذَنْبِكَ لِقَصِيرٍ وَالشُّكْرُ عَلَى مَا أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْكَ وَعَلَى أَصْحَابِكَ** اس کے معنی یہ ہیں کہ تو معافی مانگ اپنے گناہوں کی وہ یہ کہ تو نے خدا کی اس مہربانی کے شکر گزار ہونے میں غفلت کی جو کہ خدا نے تیرے پیروؤں پر کی۔

زمنخشی ایک بڑے بھاری مفسر اپنی تفسیر الکشاف میں یوں لکھتے ہیں: **لَكِنْ يَغْفِرُ اللَّهُ لَكَ مَا تَقْدِمُ مِنْ ذَنْبِكَ قَبْلَ الْوَحْيِ وَمَا تَأْخِرُ مَا يَكُونُ بَعْدَ الْوَحْيِ إِلَى الْمَوْتِ** اس کے معنی یہ ہیں کہ خدا تیرے گناہ جو کہ وحی آنے کے قبل ہوئے ہیں اور اس کے بعد میں یعنی مرتے وقت تک معاف کر دے۔ بینواتو جروا۔

الجواب:

اس سوال میں آریہ نے افتراء و جہالت و نافرمانی و بے ایمانی سے کامل لیا۔

عہ: ہکذا بخطہ۔ ۱۲ امنہ

عبارت کہ کشف کی طرف نسبت کی محض بہتان ہے، کشف میں اُس کا پتہ نہیں،  
(۲) بالفرض اگر کشف میں ہوتی تو وہ ایک معتزلی بد مذہب بے ادب کی تصنیف ہے اس کا کیا اعتبار۔  
(۳) یہ تفسیر کہ منسوب بسیدنا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما ہے نہ اُن کی کتاب ہے نہ اُن سے ثابت یہ بسند محمد بن مروان عن الکلبی عن ابی صالح مروی ہے اور ائمہ دین اس سند کو فرماتے ہیں کہ یہ سلسلہ کذب ہے تفسیر اتقان شریف میں ہے:

واوہی طرقہ طریق الکلبی عن ابی صالح عن ابن عباس فأن انضم الی ذلك رواية محمد بن مروان اسدی الصغیر فہی سلسلۃ الکذب <sup>۱</sup> ۔	اس کے طرق میں سے کمزور ترین طریق کلبی کا ابوصالح سے اور اس کا ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے روایت کرنا اگر اس کے ساتھ محمد بن مروان اسدی کی روایت مل جائے تو کذب کا سلسلہ ہے۔ (ت)
--	---

(۴) اس کے ترجمے میں بھی آریہ نے تحریف کی ہے، عبارت یہ ہے: لتقصیر الشکر علی ما انعم اللہ علیک وعلی اصحابک۔ یعنی اللہ عزوجل نے آپ پر اور آپ کے اصحاب پر جو نعمتیں فرمائیں ان کے شکر میں جس قدر کمی واقع ہوئی اس کے اس لیے استغفار فرمائیے۔

کہاں کمی اور کہاں غفلت، نعمائے الہیہ ہر فرد پر بے شمار حقیقتاً غیر متناہی بالفعل ہیں کما حققہ المفتی ابوالسعود فی ارشاد العقل السلیم (جیسا کہ مفتی ابوالسعود نے ارشاد العقل السلیم میں اس کی تحقیق کی ہے۔ ت) قال اللہ عزوجل "وَاِنْ تَعَدُّوا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصَوْهَا"<sup>۲</sup>۔ اگر اللہ کی نعمتیں گننا چاہو تو نہ گن سکو گے، جب اس کی نعمتوں کو کوئی گن نہیں سکتا تو ہر نعمت کا پورا شکر کون ادا کر سکتا ہے۔

از دست وزباں کہ برآید      کز عہدہ شکرش بدرآید  
(کس کے ہاتھ اور زبان سے ممکن ہے کہ اس کے شکر سے عہدہ برآ ہو سکے۔ ت)

<sup>۱</sup> الاتقان فی علوم القرآن النوع التاسع والسبعون فی غرائب التفسیر مصطفی البابی مصر ۱۸۹

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۱۳/۳۴

شکر میں ایسی کمی ہر گز گناہ بمعنی معروف نہیں بلکہ لازمہ بشریت ہے نعمائے الہیہ ہر وقت ہر لمحہ ہر آن ہر حال میں مترادف ہیں خصوصاً خاصوں پر خصوصاً ان پر جو سب خاصوں کے سردار ہیں اور بشر کو کسی وقت کھانے پینے سونے میں مشغولی ضرور، اگرچہ خاصوں کے یہ افعال بھی عبادت ہی ہیں مگر اصل عبادت سے تو ایک درجہ کم ہیں اس کمی کو تقصیر اور اس تقصیر کو ذنب سے تعبیر فرمایا گیا۔

(۵) بلکہ خود نفس عبارت گواہ ہے کہ یہ جسے ذنب فرمایا گیا ہر گز حقیقتہً ذنب بمعنی گناہ نہیں۔

ماتقدم سے کیا مراد لیا، وحی اترنے سے پیشتر کے، اور گناہ کسے کہتے ہیں، مخالفت فرمان کو، اور فرمان کا ہے سے معلوم ہوگا، وحی سے۔ تو جب تک وحی نہ اتری تھی فرمان کہاں تھا جب فرمان نہ تھا مخالفت فرمان کے کیا معنی، اور جب مخالفت فرمان نہیں تو گناہ کیا۔ (۶) جس طرح ماتقدم میں ثابت ہو لیا کہ حقیقتہً ذنب نہیں۔ یوں ہی ماتاخر میں نقد وقت ہے قبل ابتدائے نزول فرمان جو افعال جائز ہوئے کہ بعد کو فرمان ان کے منع پر اتر اور انہیں یوں تعبیر فرمایا گیا حالانکہ ان کا حقیقتہً گناہ ہونا کوئی معنی ہی نہ رکھتا تھا۔ یوں ہی بعد نزول وحی و ظہور رسالت بھی جو افعال جائز فرمائے اور بعد کو ان کی ممانعت اُتری اسی طریقے سے ان کو ممانعت تاخر فرمایا کہ وحی بتدریج نازل ہوئی نہ کہ دفعۃً۔

(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، مشرک کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا۔ ایسا ہی ہے تو وہ لغویات و ہزلیات و فحشیات کہ ایک مہذب آدمی کو انہیں بکے بلکہ دوسرے آدمی سے نقل کرتے عار آئے جو آریہ کے ویدوں میں ابلی گلی پھر رہی ہیں اور خود بندگان وید نے اس کے ترجموں میں وہی حد بھر کے گندے گھناؤنے فحش لکھے ان سے آریہ کی جان کیونکر چھوٹے گی مثلاً یجروید میں ایشور کی بیماری کا حال لکھا کہ بستر بیماری پر پڑے پکار رہے ہیں کہ اوسیکڑوں کی طرح کی عقل و علم رکھنے والو! تمہاری سیکڑوں ہزاروں طرح کی بوٹیاں ہیں ان میں سے میرے شریروں کو زروگ کرو، اے اماں جان! تو بھی ایسا ہی کر نیز یہ بھی فرما رہے ہیں کہ اے بوٹیوں کے مانند فائدہ دینے والی دیوی ماٹا! میں فرزند تجھ کو بہت نصیحت کرتا ہوں ماما جی کہتی اے لائق بیٹے! میں والدہ تیرے گھوڑے گائیں، زمین، کپڑے، جان کی حفاظت و پرورش کرتی تو مجھے نصیحت مت کرو اسی یجروید کے ادھیائے ۳۱ منتر اول میں ایشور کے متعلق ہے اس کے ہزار سر ہیں ہزار آنکھیں ہیں ہزار پاؤں ہیں زمین پر وہ سب جگہ ہے الناسیدھاتب بھی دس انگلی کے فاصلے پر ہر آدمی کے آگے بیٹھا ہے۔ نیز ویدوں میں اس کا نام سرو بیاپک ہے یعنی وہ ہر جگہ سایا ہوا، ہر چیز میں رہا ہوا، ہر خلا میں گھسا ہوا ہے، ہر جانور کی مقعد ہر مادہ کی فرج ہر پانخانہ کی ڈھیری میں ایشور

ہی ایثار ہے۔ دیانند نے محض زبردستی اُن کی کایا پلٹ کی اور انہیں فحش سے نکالا مگر اور مترجموں کا ترجمہ کہاں مٹ جائے گا مفسر تو اپنی طرف سے مطلب کہتا ہے اور مترجم خود اصل کلام کو دوسری زبان میں بیان کرتا ہے ترجمے کی غلطی اگر ہوتی ہے تو دو ایک لفظ کے معنی میں نہ کہ سارے کا سارا کلام محض فحش سے حکمت کی طرف پلٹ دیا جائے اور اگر سنسکرت ایسی ہی پیچیدہ زبان ہے جس کی سطروں کی سطریں چاہے فحش سے ترجمہ کر دو خواہ حکمت سے تو وہ کلام کیا ہوا بھان متی کا گور کھ دھندا ہوا اور اس کے کس حرف پر اعتماد ہو سکتا ہے، نہیں معلوم کہ مالا جی ہے یا گالی بکی ہے۔

(۸) استدلال بڑی ذمہ داری کا کام ہے آریہ بیچارہ کیا کھا کر اس سے عہدہ برآمد ہو سکتا ہے۔

نابشدر بہ آئین تحقیق دال کچوری و پوری و بھجیا و دال

شرط تمامی استدلال قطع ہر احتمال ہے علم کا قاعدہ مسلمہ ہے۔

اذا جاء الاحتمال بطل الاستدلال <sup>۱</sup> ۔	جب احتمال آجائے تو استدلال باطل ہو جاتا ہے۔ (ت)
<p>سورہ مومن و سورہ محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی آیات کریمہ میں کون سی دلیل قطعی ہے۔ کہ خطاب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم سے ہے، مومن میں تو اتنا ہے۔: "وَأَسْتَغْفِرُ لَذُنُوبِكَ"<sup>۲</sup>۔ اے شخص اپنی خطا کی معافی چاہ کسی کا خاص نام نہیں کوئی دلیل تخصیص کلام نہیں، قرآن عظیم تمام جہاں کی ہدایت کے لیے اترانہ صرف اس وقت کے موجودین بلکہ قیامت تک کے آنے والوں سے وہ خطاب فرماتا ہے، "أَقِمْوُ الصَّلَاةَ"<sup>۳</sup>۔ نماز برپا رکھو۔ یہ خطاب جیسا صحابہ کرام رضی اللہ تعالیٰ عنہم سے تھا ویسا ہی ہم سے بھی ہے اور تا قیام قیامت ہمارے بعد آنے والی نسلوں سے بھی۔ اسی قرآن عظیم میں ہے:</p>	
"لَا تَنْبِرُ لَكُمْ بِهِ وَمَنْ يَدْعُ" <sup>۴</sup> ۔	تاکہ میں اس سے تمہیں ڈراؤں اور جن جن کو پہنچے (ت)

کتب کا عام قاعدہ ہے کہ خطاب ہر سامع سے ہوتا ہے ہذاں اسعدک اللہ تعالیٰ (تو جان لے اللہ تعالیٰ

1

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۵۵/۴۰

<sup>۳</sup> القرآن الکریم ۴۳/۲

<sup>۴</sup> القرآن الکریم ۱۹/۶

تجھے سعادت مند بنائے۔ ت) میں کوئی خاص شخص مراد نہیں۔ خود قرآن عظیم میں فرمایا:

(ابو جہل لعین نے حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو نماز سے روکنا چاہا اس پر یہ آیت کریمہ اتریں) کہ کیا تو نے دیکھا ہے جو روتا ہے بندے کو جب وہ نماز پڑھے، بھلا دیکھو تو اگر وہ بندہ ہدایت پر ہو یا پرہیزگاری کا حکم فرمائے۔	"أَمَرْتُ الَّذِينَ يَنْهَوْنَ عَبْدًا إِذَا صَلَّى ۖ أَمَرْتُ أَنْ كَانَ عَلَى الْهَدْيِ ۖ أَوْ أَمَرَ بِالتَّقْوَى ۖ" <sup>1</sup>
--	--

یہاں بندے سے مراد حضور اقدس ہیں صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم، اور غائب کی ضمیریں حضور کی طرف ہیں اور مخاطب کی ہر سامع کی طرف، بلکہ فرماتا ہے:

(ان روشن دلیلوں کے بعد) کیا چیز تجھے روز قیامت کے جھٹلانے پر باعث ہو رہی ہے۔	"فَمَا يَكِيدُكَ بَعْدَ الْيَمِينِ" <sup>2</sup>
--	--

یہ خطاب خاص کفار سے ہے بلکہ ان میں بھی خاص منکران قیامت مثل مشرکین آریہ و ہنود سے، یونہی دونوں سورہ کریمہ میں کاف خطاب ہر سامع کے لیے ہے کہ اے سننے والے اپنے اور اپنے سب مسلمان بھائیوں کے گناہ کی معافی مانگ۔  
(۹) بلکہ آیت محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم میں تو صاف قرینہ موجود ہے کہ خطاب حضور سے نہیں، اس کی ابتداء یوں ہے:

جان لے کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنی اور مسلمان مردوں اور عورتوں کی معافی چاہ۔	"فَاعْلَمْ أَنَّهُ لَا إِلَهَ إِلَّا اللَّهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" <sup>3</sup>
--	--

تو یہ خطاب اُس سے ہے جو ابھی لا الہ الا اللہ نہیں جانتا ورنہ جاننے والے کو جاننے کا حکم دینا تحصیل حاصل ہے، تو معنی یہ ہوئے کہ اے سننے والے جسے ابھی توحید پر یقین نہیں کسے باشد توحید پر یقین لا اور اپنے اور اپنے بھائی مسلمانوں کے گناہ کی معافی مانگ، تتمہ آیت میں اس عموم کو واضح فرما دیا کہ:

اللہ جانتا ہے جہاں تم سب لوگ کروٹیں لے رہے ہو، اور جہاں تم سب کا ٹھکانا ہے۔	"وَاللَّهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوَاكُمْ" <sup>4</sup>
---	---

اگر فاعلم میں تاویل کرے تو ذنبک میں تاویل سے کون مانع ہے اور اگر ذنبک میں تاویل نہیں

<sup>1</sup> القرآن الکریم ۹۶/۱۲ تا ۹۷

<sup>2</sup> القرآن الکریم ۷۵/۷

<sup>3</sup> القرآن الکریم ۷۳/۱۹

<sup>4</sup> القرآن الکریم ۷۳/۱۹

کرتا تو عالم میں تاویل کیسے کر سکتا ہے، دونوں پر ہمارا مطلب حاصل، اور مدعی معاند کا استدلال زائل۔  
 (۱۰) دونوں آیہ کریمہ میں صیغہ امر ہے اور امر انشا ہے اور انشاء وقوع پر دال نہیں تو حاصل اس قدر کہ بفرض وقوع استغفار واجب نہ یہ کہ معاذ اللہ واقع ہوا، جیسے کسی سے کہنا اکرم ضیفک اپنے مہمان کی عزت کرنا، اس سے یہ مراد نہیں کہ اس وقت کوئی مہمان موجود ہے نہ یہ خبر ہے کہ خواہی نخواہی کوئی مہمان آئے گا ہی بلکہ صرف اتنا مطلب ہے کہ اگر ایسا ہو تو یوں کرنا۔  
 (۱۱) ذنب معصیت کو کہتے ہیں اور قرآن عظیم کے عرف میں اطلاق معصیت عمد ہی سے خاص نہیں، قال اللہ تعالیٰ "وَعَصَىٰ آدَمُ رَبَّهُ فَغَوَىٰ" <sup>۱</sup>۔ آدم نے اپنے رب کی معصیت کی، حالانکہ خود فرماتا ہے: "فَنَسِيَ وَلَمْ نَجِدْ لَهُ عَزْمًا" <sup>۲</sup>۔ آدم بھول گیا ہم نے اس کا قصد نہ پایا، لیکن سہو نہ گناہ ہے نہ اس پر مواخذہ، خود قرآن کریم نے بندوں کو یہ دعا تعلیم فرمائی:

"رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَا إِنَّا نُسِينَآ أَوْ أخطَاْنَا" <sup>۳</sup> ۔	اے ہمارے رب! ہمیں نہ پکڑا اگر ہم بھولیں یا چوکیں۔
---	---

(۱۲) جتنا قُرب زائد اُسی قدر احکام کی شدت زیادہ ع  
 جن کے رُتبے ہیں سوائے کو سوا مشکل ہے۔  
 بادشاہ جبار جلیل القدر ایک جنگلی گنوار کی جو بات سُن لے گا جو برتاؤ گوارا کرے گا ہر گز شہریوں سے پسند نہ کرے گا، شہریوں میں بازیوں سے معاملہ آسان ہوگا اور خاص لوگوں سے سخت اور خاصوں میں درباریوں اور درباریوں میں وزراء ہر ایک پر بار دوسرے سے زائد ہے اس لیے وارد ہوا۔  
 حسنات الابرار سیئات المقربین <sup>۴</sup>۔ نیکوں کے جو نیک کام ہیں مقربوں کے حق میں گناہ ہیں۔ وہاں ترک اولیٰ کو بھی گناہ سے تعبیر کیا جاتا ہے حالانکہ ترک اولیٰ ہر گز گناہ نہیں۔  
 (۱۳) آریہ بے چارے جن کے باپ دادا نے بھی کبھی عربی کا نام نہ سُنا، اگر نہ جانے تو ہر اولیٰ

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۱۲۱/۲۰

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۱۵/۲۰

<sup>۳</sup> القرآن الکریم ۲۸۶/۲

<sup>۴</sup> لباب التأویل (تفسیر الخازن) تحت آیت ۱۹/۴۷، مصطفیٰ البابی مصر ۱۸۰، ارشاد العقل السلیم تحت آیت ۱۹/۴۷ دار احیاء التراث

العربی بیروت ۹۷/۸



طالب علم جانتا ہے کہ اضافت کے لیے ادنیٰ ملا بست بس ہے بلکہ یہ عام طور پر فارسی، اردو، ہندی سب زبانوں میں رائج ہے مکان کو جس طرح اس کے مالک کی طرف نسبت کریں گے یونہی کرایہ دار کی طرف، یونہی جو عاریت لے کر بس رہا ہے اس کے پاس جو ملنے آئے گا یہی کہے گا کہ ہم فلانے کے گھر گئے تھے بلکہ پیمائش کرنے والے جن کھیتوں کو ناپ رہے ہوں ایک دوسرے سے پوچھے گا تمہارا کھیت کے جریب ہوا، یہاں نہ ملک نہ اجارہ نہ عاریت، اور اضافت موجود یونہی بیٹے کے گھر سے جو چیز آئے گی، باپ سے کہہ سکتے ہیں کہ آپ کے یہاں سے یہ عطا ہوا تھا، تو ذنبک سے مراد اہلبیت کرام کی لغزشیں ہیں اور اس کے بعد وللمؤمنین وللمؤمنات تعیم بعد تخصیص ہے یعنی شفاعت فرمائیے اپنے اہلبیت کرام اور سب مردوں عورتوں کے لیے۔ اب آریہ کے اس جنون کا بھی علاج ہو گیا کہ پیروؤں کا ذکر تو بعد کو موجود ہے۔ تعیم بعد تخصیص کی مثال خود قرآن عظیم میں ہے:

<p>اے میرے رب! مجھے بخش دے اور میرے ماں باپ کو اور جو میرے گھر میں ایمان کے ساتھ آیا اور سب مسلمان مردوں اور مسلمان عورتوں کو۔</p>	<p>"رَبِّ اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِمَنْ دَخَلَ بَيْتِي مُؤْمِنًا وَلِلْمُؤْمِنِينَ وَالْمُؤْمِنَاتِ" <sup>۱</sup>۔</p>
--	--

(۱۴) اسی وجہ پر آیہ کریم سورہ فتح میں لام لک تعلیل کا ہے اور ماتقدم من ذنبک تمہارے اگلوں کے گناہ اعنی سیدنا عبد اللہ و سیدتنا آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہما سے منتہائے نسب کریم تک تمام آباء کرام و امہات طہبات باستثناء انبیاء کرام مثل آدم و شیت و نوح و خلیل و اسماعیل علیہم الصلوٰۃ والسلام، اور ماتاخر تمہارے پچھلے یعنی قیامت تک تمہارے اہلبیت و امت مرحومہ تو حاصل آیہ کریمہ یہ ہوا کہ ہم نے تمہارے لیے فتح مبین فرمائی تاکہ اللہ تمہارے سبب سے بخش دے تمہارے علاقہ کے سب اگلوں پچھلوں کے گناہ۔ والحمد للہ رب العالمین۔

(۱۵) ماتقدم و ماتاخر سے قبل و بعد نزول وحی کا ارادہ جس طرح عبارت تفسیر میں مصرح تھا آیت میں قطعاً محتمل، اور ہم ثابت کر چکے کہ اب حقیقت ذنب خود مندفع واللہ الحمد و صلی اللہ تعالیٰ علی شفیع المذنبین و بآرک وسلم الی یوم الدین و علی آلہ و صحبہ اجمعین، واللہ تعالیٰ اعلم۔

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۷۱ / ۲۸

۴ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

مسئلہ ۱۴۴: از شہر مسئلہ مولوی غلام قطب الدین صاحب  
راما سنگھم اب آریہ نہیں نصرانی ہے، روئے جواب جانب نصاریٰ ہونا چاہیے۔  
الجواب:

بحمد اللہ وہ جواب کافی و وافی ہے صدر کلام اور ۴ و ۸ میں آریہ کی جگہ نصرانی لکھ لیجئے اور ۸ کا شعر کاٹ دیجئے اور ۱۳ میں آریہ کی جگہ کر سچن، ہاں ے بالکل تبدیل ہوگا اسے یوں لکھئے۔  
(۷) نہ ہر تفسیر معتبر نہ ہر مفسر مصیب، نصرانی کا ظلم ہے کہ نام لے آیات کا اور دامن پکڑے نامعتبر تفسیرات کا، عربی زبان تو لسان مبین ہے، نہ ہر محل قابل تاویل، نہ ہر تاویل لائق تحویل کہ ہر شخص جہاں چاہے اپنی خواہش کے مطابق مطلب بنا لے، اور محل محتمل میں تاویل صحیح کا باب بے شک واسع اور ہر زبان اور ہر قوم میں شائع و ذائع اس کا انکار نہ کرے گا مگر مکابر مفتون، اور اس کا اقرار نہ کرے گا مگر دیوانہ مجنون، ہاں بائبل کی زبان ایسی پیچیدہ ہے کہ اور تو اور خود مصنف محرف کی سمجھ میں نہیں آتی۔ تواریخ کی دوسری کتاب باب ۲۱ درس ۲۰ اور باب ۲۲ درس ۱ و ۲ میں لکھا وہ بتیس برس کی عمر میں بادشاہ ہوا ۸ برس بادشاہت کی اور جاتار ہادادو کے شہر میں گاڑا گیا یروشلیم کے باشندوں نے اس کے چھوٹے بیٹے اخزیہ کو اس کی جگہ بادشاہ کیا اخزیہ ۴۲ برس کی عمر میں بادشاہ ہوا۔ یعنی باپ ۴۰ برس کی عمر میں مرا اس وقت بیٹا ۴۲ برس کا تھا۔ باپ سے دو برس پہلے پیدا ہوا تھا۔ متی کی انجیل میں مسیح و داؤد علیہما الصلوٰۃ والسلام کے بیچ میں ۲۶ پشتیں ہیں اور اس میں عدد بھی گنایا ہے کہ مسیح تا داؤد ۲۸ شخص ہیں۔ لیکن لوقا کی انجیل میں مسیح سے داؤد تک ۴۳ آدمی ہیں، ۱۵ پشتیں زائد اور اسماء بھی بالکل نامطابق، ایضاً انجیل متی باب ۵ درس ۱: یہ خیال مت کرو کہ میں توریت یا نبیوں کی کتابیں منسوخ کرنے نہیں بلکہ پوری کرنے آیا ہوں۔ درس ۱۸ کیونکہ میں تم سے سچ کہتا ہوں کہ جب تک آسمان و زمین ٹل نہ جائیں ایک نقطہ یا ایک شوشہ توریت کا ہر گز نہ مٹے گا۔ یہاں تو نسخ کا اس شدت سے انکار ہے اور جابجا انجیل ہی میں نسخ احکام توریت کا اظہار ہے۔ اسی انجیل کے اسی باب درس ۳۲، ۳۱ میں ہے یہ بھی لکھا گیا کہ جو کوئی اپنی جو رو کو چھوڑ دے اسے طلاق نامہ لکھ دے پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ جو کوئی اپنی جو رو کو زنا کے سوا کسی اور سبب سے چھوڑ دیوے اس سے زنا کروانا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے ایضاً درس ۳۳ و ۳۴ تم سن چکے ہو کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنی قسمیں خداوند کے لیے پوری کر، پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ہر گز قسم نے کھانا ایضاً درس ۳۸ و ۳۹ تم سن چکے ہو کہ کہا گیا آنکھ کے بدلے آنکھ اور دانت کے بدلے دانت، پر میں تمہیں کہتا ہوں کہ ظالم کا مقابلہ نہ کرنا بلکہ جو تیرے

دہنے گال پر طمانچہ مارے دوسرا بھی اس کی طرف پھیر دے ایضاً باب ۱۹ درس ۸ و ۹ مولیٰ نے جو روؤں کو چھوڑ دینے کی اجازت دی پر میں تم سے کہتا ہوں جو کوئی اپنی جو رو کو سوا زنا کے اور سبب سے چھوڑ دے اور دوسری سے بیاہ کرے زنا کرتا ہے اور جو کوئی اس چھوڑی ہوئی عورت کو بیاہے زنا کرتا ہے۔ یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۰: ۱۲ تا ۱۳ میں ہے ان کے سوا بہت نظائر تناقض و نافی کے ہیں تو ثابت ہوا کہ عبری زبان ہی ایسی پیچیدہ ہے کہ اس میں کتاب تصنیف کرنے والا خود اپنی نہیں سمجھتا، اور (۱۵) کے بعد یہ نمبر اور اضافہ کیجئے۔

(۱۶) ہر صغیرہ سے صغیرہ کو گناہ کہہ سکتے ہیں اگرچہ قبل ظہور رسالت ہو اور توسعاً خلاف اولیٰ کو بھی جو ہر گز منافی نبوت نہیں لیکن نیک ہونا تو نبی کے لیے لازم ہے نہ وہ کہ جو خدا کا بیٹا ٹھہرے مگر یہ انجیلیں کہتی ہیں کہ مسیح ہر گز نیک نہیں، دیکھو متی باب ۱۹ درس ۱۶ و ۱۷ ایک نے اس سے کہا اے نیک استاد، اس نے کہا تو کیوں مجھے نیک کہتا ہے، نیک تو کوئی نہیں مگر ایک یعنی خدا، یہی مضمون انجیل مرقس باب ۱۰ درس ۱۷ و ۱۸ انجیل لوقا باب ۸ درس ۱۸ اور ۱۹ میں ہے۔ وہاں اگر بعض مفسرین نے معاذ اللہ گناہگار ہونا مانا تھا تو یہاں تو خود انجیلیں مسیح کو معاذ اللہ صاف طور سے بد بتا رہی ہیں۔

(۱۷) گناہ نہیں مگر شریعت کی مخالفت لیکن بائبل تو شریعت کو راستاً باطل کر رہی ہے گلیتوں کو پولس کا خط باب ۳ درس ۷ سب جو شریعت ہی کے اعمال پر تکیہ کرتے ہیں سو لعنت کے تحت ہیں درس ۱۱: کوئی خدا کے نزدیک شریعت سے راستباز نہیں ٹھہرتا۔ درس ۱۲: شریعت کو ایمان سے کچھ نسبت نہیں اور مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کے راستباز و کامل الایمان ہیں تو ضرور شریعت سے جدا ہیں تو گناہگار ہیں کتاب یرمیاہ باب ۹ درس ۱۲ و ۱۳ میں ہے۔ سر زمین کس لیے ویران ہوئی اور بیابان کے مانند جل گئی خداوند کہتا ہے اسی لیے کہ انہوں نے میری شریعت کو ترک کر دیا اور اس کے موافق نہ چلے۔

(۱۸) بلکہ ترک اولیٰ یا کسی صغیرہ کا صدور یا بد ہونا بھی درکنار بائبل تو مسیح علیہ الصلوٰۃ والسلام کو معاذ اللہ صاف ملعون بتاتی ہے، خط مذکور باب ۳ درس ۱۳ مسیح نے ہمیں مول لے کر شریعت کی لعنت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا کیونکہ لکھا ہے جو کوئی کاٹھ پر لٹکا یا گیا ہو سو لعنتی ہے۔ والعیاذ باللہ تعالیٰ، ایسے پوچ و لچر مذہب کے پابند کیوں دین حق اسلام کے خدام سے لگھتے ہیں اپنے گریبان میں منہ ڈالیں اور اپنی پگڑی کہ کبھی نہ سنبھلے گی سنبھالیں۔ واللہ یھدی من یشاء الی صراط مستقیم (اللہ جسے چاہتا ہے سیدھے راستے کی طرف ہدایت دیتا ہے۔ ت) واللہ تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۵: از موضع پارہ پر گنہ مور انوال ضلع اناؤ مسؤلہ محمد عبدالرؤف صاحب ۳ ربیع الاول ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ زید کا عقیدہ ہے کہ چونکہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالیٰ ہے لہذا آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت لفظ عالم الغیب بالواسطہ یا بالعطایا کہنا بھی جائز نہیں اور نہ حضور پر نور کو کل علم غیب یعنی از روز ازل تا ابد شب معراج میں عطا فرمایا گیا تھا۔ البتہ بعض بعض علوم غیبیہ کا قائل ہے اور اپنے عقیدہ کی دلیل میں چند واقعات بطور اثبات نوشتہ علمائے دیوبند پیش کرتا ہے، مثلاً سورہ کہف کہ آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے بجواب اس سوال کے کہ اصحاب کہف کس مدت تک سوئے تھے، فرمایا کل تلواس گاہ، اور لفظ ان شاء اللہ تعالیٰ نہ کہنے کی وجہ سے اٹھارہ روز تک وحی کا نزول نہ ہوا، اگر علم غیب ہوتا تو توقف نہ فرماتے۔

دوئم حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا حادثہ کہ کفار مکہ نے آپ کو مستم کیا اور آنحضرت صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم طلاق دینے پر آمادہ ہو گئے۔ اور اگر آپ کو علم ہوتا تو تذبذب کیوں ہوتا، وحی کے نزول پر آپ مطمئن ہوئے اور کہتا ہے کہ اگر کل علم غیب عطا فرمایا جاتا تو پھر وحی آنے کی کیا ضرورت تھی؟

(عقیدہ عمرو) برعکس اس کے عمرو کا عقیدہ یہ ہے کہ حضور پر نور سید یوم النشور حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر شب معراج میں اللہ رب العزت نے جملہ اولین و آخرین مانند آفتاب درخشاں روشن کر دیئے تھے اور تمام علم ماکان و مانیکن سے صدر مبارک حضور پر نور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو جلوہ افروز کر دیا تھا اور جن باتوں سے آپ نے جواب نہیں دیا بلکہ سکوت اختیار فرمایا ان کو خدا اور حبیب خدا کے درمیانی اسرار مخفی کی جانب مبذول کرتا ہے، اور روز اول سے لے کر یوم الحشر کے تمامی علوم کو حضور سرور کائنات و مفخر موجودات صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علوم کے سمندر کی ایک لہر کی برابر تصور کرتا ہے۔

#### الجواب:

اس مسئلہ میں بفضلہ تعالیٰ یہاں سے متعدد کتابیں تصنیف ہوئیں۔ الدولۃ المکیۃ بالمادۃ الغیبیۃ پر اکابر علمائے مکہ معظمہ و مدینہ طیبہ وغیرہ ہا بلاد اسلامیہ نے مہریریں کیں، گر انقدر تقریطیں لکھیں خالص الاعتقاد دس سال سے شائع ہوا انباء المصطفیٰ بیس سال سے ہزار کی تعداد میں بمبئی و بریلی و مراد آباد میں چھپ کر تمام ملک میں شائع ہوا اور بحمدہ تعالیٰ سب کتابیں آج تک لاجواب ہیں، مگر وہابیہ اپنی بے حیائی سے باز نہیں آتے۔ علم غیب عطا ہونا اور لفظ عالم الغیب کا اطلاق اور بعض اجلہ اکابر کے کلام میں اگرچہ بندہ مومن کی نسبت صریح لفظ علم الغیب وارد ہے کما فی مرقاة المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح

لملا علی القاری (جیسا کہ ملا علی قاری کی مرقاۃ المفاتیح شرح مشکوٰۃ المصابیح میں ہے۔ ت) بلکہ خود حدیث سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما میں سیدنا خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت ارشاد ہے:

کان رجلا یعلم علم الغیب <sup>۱</sup>	وہ مرد کامل ہیں جو علم غیب جانتے ہیں۔ ت)
--------------------------------------	--

مگر ہماری تحقیق میں لفظ عالم الغیب کا اطلاق حضرت عزت عزجلالہ کے ساتھ خاص ہے کہ اُس سے عرفاً علم بالذات متبادر ہے۔ کشاف میں ہے:

المراد به الخفی الذی لاینفذ فیہ ابتداء العلم اللطیف الخبیر ولهذا لایجوز ان یطلق فیقال فلان یعلم الغیب <sup>۲</sup>	اس سے مراد پوشیدہ شے ہے جس تک ابتداءً (بالذات) سوائے باریکی جاننے والے یا خبیر (اللہ تعالیٰ) کے کسی کے علم کی رسائی نہیں۔ یہی وجہ ہے کہ علی الاطلاق یوں کہنا کہ فلاں غیب جانتا ہے جائز نہیں (ت)
--	---

اور اس سے انکار معنی لازم نہیں آتا۔ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً بے شمار غیوب و ماکان مایکون کے عالم ہیں مگر عالم الغیب صرف اللہ عزوجل کو کہا جائے گا جس طرح حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم قطعاً عزت جلالت والے ہیں تمام عالم میں ان کے برابر کوئی عزیز و جلیل ہے نہ ہو سکتا ہے مگر محمد عزوجل کہنا جائز نہیں بلکہ اللہ عزوجل و محمد صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم۔ غرض صدق و صورت معنی کو جواز اطلاق لفظ لازم نہیں نہ منع اطلاق لفظ کو نفی صحت معنی۔ امام ابن المنیر اسکندری کتاب الانصاف میں فرماتے ہیں:

کم من معتقد لا یطلق القول به خشية ايهاهم غيره مما لا يجوز اعتقاده فلا ربط بين الاعتقاد والاطلاق <sup>۳</sup>	بہت سے معتقدات ہیں کہ جن کے ساتھ قول کا اطلاق اس ڈر سے نہیں کیا جاتا کہ ان میں ایسے غیر کا ایہام ہوتا ہے جس کا اعتقاد جائز نہیں، لہذا اعتقاد اور اطلاق کے درمیان کوئی لزوم نہیں۔ (ت)
--	--

یہ سب اس صورت میں ہے کہ مقید بقید اطلاق کیا جائے یا بلا قید علی الاطلاق مثلاً عالم الغیب یا عالم الغیب علی الاطلاق اور اگر ایسا نہ ہو بلکہ بالواسطہ یا بالعطاء کی تصریح کر دی جائے تو وہ محذور نہیں کہ ایہام زائل اور مراد حاصل۔ علامہ سید شریف قدس سرہ حواشی کشاف میں فرماتے ہیں:

وانما لم یجز الاطلاق فی غیرہ	علم غیب کا اطلاق غیر اللہ پر اس لیے ناجائز ہے
------------------------------	---

<sup>۱</sup> جامع البیان (تفسیر الطبری) تحت آیۃ و علمہ من لدنا علماً دار احیاء التراث العربی بیروت ۱۵/ ۳۲۳

<sup>۲</sup> الکشاف تحت آیۃ ۳/ ۳ انتشارات آفتاب تہران ۱۱/ ۱۲۱

<sup>۳</sup> الانصاف



<p>کہ اس سے غیر اللہ کے علم کا غیب کے ساتھ ابتداء (بالذات) متعلق ہونا متبادر ہوتا ہے تو اس طرح تناقض لازم آتا ہے لیکن اگر علم غیب کے ساتھ کوئی قید لگادی جائے اور یوں کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اس کو غیب کا علم عطا فرمادیا ہے یا اس کو غیب پر مطلع فرمادیا ہے تو اس صورت میں کوئی ممانعت نہیں۔ (ت)</p>	<p>تعالیٰ لانہ یتبادر منہ تعلق علمہ بہ ابتداء فیکون تناقضاً واما اذا قید وقیل اعلمہ اللہ تعالیٰ الغیب او اطلعه علیہ فلا محذور فیہ<sup>۱</sup>۔</p>
---	--

زید کا قول کذب صریح و جہل قبیح ہے، کذب تو ظاہر کہ بے ممانعت شرعی اپنی طرف سے عدم جواز کا حکم لگا کر شریعت و شارع علیہ الصلوٰۃ والسلام اور رب العزۃ جل و علا پر افتراء کر رہا ہے۔

<p>اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا: اور نہ کہو اسے جو تمہاری زبانیں جھوٹ بیان کرتی ہیں، یہ حلال ہے اور یہ حرام ہے کہ اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھو، بے شک جو اللہ تعالیٰ پر جھوٹ باندھتے ہیں ان کا بھلا نہ ہوگا، تھوڑا برتنا ہے اور انکے لیے دردناک عذاب ہے۔ (ت)</p>	<p>قال اللہ تعالیٰ "وَلَا تَقُولُوا الْبَاطِلَ الَّذِي هُوَ كَذِبٌ هَذَا حَلَالٌ وَهَذَا حَرَامٌ لِّتَقْتَرُوا عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ إِنَّ الَّذِينَ يَفْتَرُونَ عَلَى اللَّهِ الْكَذِبَ لَا يُفْلِحُونَ ﴿١﴾ مَتَاعٌ قَلِيلٌ وَلَهُمْ عَذَابٌ أَلِيمٌ ﴿٢﴾"۔</p>
---	---

اور جہل فاضح یہ کہ عالم الغیب صفت مختصہ باری تعالیٰ ہونے پر بالواسطہ و بالعطا کہنے کے عدم جواز کو متفرع کر رہا ہے شاید اس کے نزدیک علم غیب بالواسطہ، و بالعطا خاصہ باری تعالیٰ ہے یعنی دوسرے کے دیئے سے علم غیب خاص اللہ تعالیٰ کو ہوتا ہے اس کے غیر کو علم غیب بالذات بلا واسطہ ہے ایسا ہے تو اس سے بڑھ کر اور کفر اشد کیا ہے۔ گنگوہی صاحب نے تو نبی کریم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو علم غیب بالذات بے عطائے الہی ملنے کے اعتقاد کو کفر نہ مانا تھا صرف اندیشہ کفر کہا تھا ان کے فتاویٰ حصہ اول صفحہ ۸۳ میں ہے:

جو یہ عقیدہ رکھے کہ خود بخود آپ کو علم تھا بدون اطلاق حق تعالیٰ کے تو اندیشہ کفر کا ہے

<sup>۱</sup> حاشیہ سید الشریف علی الکشاف تحت آیت ۱۳/۲ انتشارات آفتاب تہران ۱/۲۸

<sup>۲</sup> القرآن الکریم ۱۶/۱۱۶ و ۱۱۷



لہذا امام نہ بنانا چاہیے اگرچہ کافر کہنے سے بھی زبان کوروکے<sup>۱</sup>۔  
حالانکہ گنگوہی صاحب کا یہ قول خود ہی صریح کفر ہے بلاشبہ جو غیر خدا کو بے عطائے الہی خود بخود علم مانے قطعاً کافر ہے اور جو اس کے کفر میں تردد کرے وہ بھی کافر۔ اسمعیل دہلوی صاحب نے دوسری شق لی تھی کہ اللہ عزوجل کے علم غیب کو حادث و اختیاری مانا۔

تقویت الایمان میں ہے: غیب کا دریافت کرنا اپنے اختیار میں ہو کہ جب چاہے کر لیجئے یہ اللہ صاحب کی ہی شان ہے<sup>۲</sup>۔  
یہ بھی صریح کلمہ کفر ہے مگر دونوں شقیں جمع کرنا کہ اللہ تعالیٰ کا علم عطائی اور دوسرے کا ذاتی یہ اسی نتیجہ قول زید کا خاصہ ہے۔  
دو واقعے کہ زید نے پیش کیے اگرچہ ان پر اباحت اور بھی ہیں مگر کیا انباء المصطفیٰ میں صاف نہ کہہ دیا گیا تھا کہ بحمد اللہ تعالیٰ نص قطعی سے روشن ہوا کہ ہمارے حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اللہ عزوجل نے تمام موجودات جملہ ممالک و ممالکون (جو ہو چکا اور جو ہوگا) کا علم دیا اور جب یہ علم قرآن عظیم کے تبييناً لکل شیئی ہونے لگا دیا اور پر ظاہر کہ یہ وصف تمام کلام مجید کا ہے نہ ہر آیت یا سورت کا تو نزول جمیع قرآن عظیم سے پہلے اگر بعض کی نسبت ارشاد ہولہ نقص علیک (ہم نے آپ پر بیان نہیں کیا) ہر گز احاطہ علم مصطفوی کا کافانی نہیں، مخالفین جو کچھ پیش کرتے ہیں سب انہیں اقسام کے ہیں۔ ہاں ہاں تمام نجدیہ دہلوی گنگوہی جنگلی کو ہی سب کو دعوت عام ہے سب اکٹھے ہو کر ایک آیت یا ایک حدیث متواتر یقینی الافادۃ لائیں جس سے صریح ثابت ہو کہ تمام نزول قرآن کے بعد بھی ممالک و ممالکون سے فلاں امر حضور پر مخفی رہا اگر ایسا نص نہ لاسکوا اور ہم کہے دیتے ہیں کہ ہر گز نہ لاسکوکے تو جان لو کہ اللہ راہ نہیں دیتا دغا بازوں کے مکر کو اھ ملخص<sup>۳</sup>۔

اس کے بعد بھی ایسے وقائع پیش کرنا کیسی شدید بے حیائی ہے، بلاشبہ عمر کا قول صحیح ہے جمیع ممالک و ممالکون جملہ مندرجات لوح محفوظ کا علم محیط حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے علم کریم کے سمندروں سے ایک لہر ہے جیسا کہ علامہ قاری کی زبده شرح بردہ میں مصرح ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم

<sup>۱</sup> فتاویٰ رشیدیہ

<sup>۲</sup> تقویۃ الایمان الفصل الثانی مطبع علمی اندرون لوہاری دروازہ لاہور ص ۱۲

<sup>۳</sup> انباء المصطفیٰ رضا کیڈمی بمبئی ص ۷۰ تا ۱۰

مسئلہ ۱۴۶: از سینٹاپور محلہ نرائن پور مکان مولوی الہی بخش صاحب مسئلہ علی حسین خان ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ اگر کوئی شخص کہے کہ غیب کا حال سوائے خدا تعالیٰ کے کوئی نہیں جانتا ہے حتیٰ کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا یہ ثبوت اس روایت کے کہ ایک بار ابو جہل نے کنواں راستے میں کھود کر خس پوش کر دیا تھا اور خود بیماری کا حیلہ کر کے پڑ رہا تھا جس وقت حضور عیادت کو گئے تو چاہ مذکور عین رہز میں تھا اس وقت جبریل علیہ السلام نے بذریعہ وحی معلوم کیا لہذا اولیاء اللہ بھی نہیں جان سکتے بجز کشف والہام کے۔ بینوا توجروا (بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

### الجواب:

یہ حق ہے کہ غیب کا حال سوارب عزوجل کے کوئی نہیں جانتا یعنی اپنی ذات سے بے اس کے بتائے اور یہ باطل ہے کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو بھی نہیں معلوم تھا قرآن کریم و احادیث صحیحہ سے یہ ثابت ہے کہ ماکان وما یکون الی آخر الایام (جو ہو چکا اور قیامت تک ہوگا۔ ت) کے تمام غیب حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام پر منکشف فرمادیئے گئے اور حضور کے بتائے سے حضور کے غلام اولیائے کرام جانتے ہیں کشف والہام دونوں ان کے جاننے کے ذریعہ ہیں اور ان پر کوئی حد بندی نہیں۔ ان تمام مضامین کی تفصیل ہماری کتاب انباء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد وغیرہما میں ہے اور وہ ابو جہل کے کنویں والی حکایت محض ساختہ و بے اصل ہے۔ وہو تعالیٰ اعلم۔

مسئلہ ۱۴۷: از ڈاکخانہ مولوی گنج ضلع گیا، مسئلہ عبد المجید ۲۹ رمضان ۱۳۳۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ جناب رسول خدا صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو غیب کی باتیں معلوم تھیں یا نہیں، مائتہ مسائل کے چوبیسویں سوال کے جواب میں روایت فقہی ملا علی قاری کی شرح فقہ اکبر ہے جاننا چاہیے کہ کوئی بات غیب کی انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام نہیں جانتے تھے مگر جس قدر کہ اللہ تعالیٰ ان کو کسی وقت کوئی چیز معلوم کرا دیتا تھا تو جانتے تھے جو کوئی اس بات کا اعتقاد کرے کہ رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غیب کی باتیں معلوم کر لیتے تھے حنفیہ نے اس شخص پر صریح تکفیر کا حکم دیا ہے۔ لمعارضۃ قوله تعالیٰ "قُلْ لَا يَعْلَمُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّٰنَ يَّبْعَثُوْنَ" ۱۔

(اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کے معارضہ کی وجہ سے، تم فرماؤ

<sup>۱</sup> القرآن الکریم ۲۷/۶۵

غیب نہیں جانتے جو کوئی آسمانوں اور زمین میں ہیں مگر اللہ اور انہیں خبر نہیں کہ کب اٹھائے جائیں گے۔ ت) بینوا تو جو را  
(بیان فرمائیے اجر دیئے جاؤ گے۔ ت)

### الجواب:

زید عمر و کچھ کہیں مگر قرآن مجید و احادیث صحیحہ کا ارشاد یہ ہے کہ حضور اقدس علیہ افضل الصلوٰۃ والسلام کو روزِ ازل سے روزِ آخر تک کے تمام غیوب کا علم عطا فرمایا گیا یہ بے شک حق ہے کہ انبیاء غیب اُسی قدر جانتے ہیں جتنا اُن کو ان کے رب نے بتایا بلاشبہ بے اس کے بتائے کوئی نہیں جان سکتا اور یہ بھی حق ہے کہ احیائاً بتایا گیا کہ وحی حیناً بعد حین ہی اُترتی نہ کہ وقتِ بعثت سے وقتِ وفات تک ہر آن علی الاتصال، مگر اس سے یہ سمجھ لینا کہ گنتی کی چیزیں معلوم ہوئیں اور ان کے علم کو قلیل و ذلیل قرار دینا مسلمان کا کام نہیں، اسی احیائاً تعلیم میں شرق و غرب و عرش و فرش کے ذرہ ذرہ کا حال روزِ ازل سے روزِ آخر تک تمام منکشف کر دیا، آیہ کریمہ میں علم ذاتی کی نفی ہے کہ کوئی شخص بے خدا کے بتائے غیب نہیں جانتا، یہ بے شک حق ہے اور اسی کے معارضہ کو حنفیہ نے کفر کہا ہے ورنہ یہ کہ خدا کے بتائے سے بھی کوئی نہیں جانتا اس کا انکار صریح کفر اور بکثرت آیات کی تکذیب ہے۔ اس مسئلہ کی تفصیل انباء المصطفیٰ و خالص الاعتقاد میں دیکھا چاہیے کہ ایمان درست ہو، وہو تعالیٰ اعلم۔